

منتقرقاتِ غالب

از

پرتور و ہیلہ

ادارۂ یادگارِ غالب ○ کراچی

متفرقاتِ غالب

مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب

کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ

مع فارسی متن، سوانح مکتوب الیہم و فرہنگ

از

پرتو روہیلہ

ادارۂ یادگار غالب، کراچی

سلسلہ مطبوعات ادارۂ یادگار غالب

شمارہ: ۵۷

طاعت اول:	۲۰۰۵ء
طالع:	احمد براہورد
تعداد:	ناظم آباد، کراچی
قیمت:	پانچ سو
	ایک سو بیس روپے

ادارۂ یادگار غالب

غالب لائبریری

پوسٹ بکس نمبر: ۲۲۶۸

دوسری چورنگی، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

مطالعات غالب اور ان کا فروغ اور ان کی اشاعت ادارہ یادگار غالب کی ترجیحات میں شامل ہے۔ اس ضمن میں متحدہ اہم تصانیف و تالیفات ادارے نے اہل علم اور شائقین غالب کی خدمت میں پیش کی ہیں، اور ادارہ اپنے وسائل کی حد تک — یا ممکنہ ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے — اس سلسلے کو مزید فروغ دینے کے لیے کوشاں ہے۔

زیر نظر تصنیف — اس ذیل میں، ادارے کی ایک ایسی ہی پیش کش ہے، جو اپنے موضوع اور اپنے مباحث و مطالعات پر اس کے فاضل مؤلف جناب پر تو روہیلہ کی محنت و جستجو کا ایک نتیجہ ہے۔

غالب — جناب روہیلہ صاحب کی دل چسپی اور توجہ کا ایک محبوب اور مستقل موضوع ہے۔ ادارے نے قبل ازیں ان کی دو قابل قدر کاوشیں ”آجنگ پنجم“، ”سج آجنگ کے اردو ترجمے میں شامل غالب کے فارسی خطوط اور“ نامہ ہائے فارسی غالب“ کا اردو ترجمہ شائقین غالب کی خدمت میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے، جسے بے حد پسند کیا گیا اور غالبیات میں ایک مفید اضافے سے تعبیر کیا گیا۔ ادارے کو یقین ہے کہ زیر نظر تصنیف بھی غالبیات میں فاضل مؤلف کی ایک لائق تحسین کاوش کے طور پر شمار ہوگی اور غالبیات کا مطالعہ کرنے والوں اور محققین کے لیے ایک بے حد مفید و معاون آخذ کی حیثیت اختیار کر لے گی۔

معین الدین عقیل

فہرست

۵	پیش گفتار
۹	(فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ)
۱۱	مکتوبات، بنام مولوی سراج الدین احمد
۵۱	مکتوبات، بنام مرزا احمد بیگ خان
۶۱	مکتوبات، بنام مرزا ابوالقاسم خان
۸۱	مکتوب، بنام ادارۂ جام جہاں نما
۸۲	مکتوب، بنام شیخ نازح
۸۵	(مکتوبات کا فارسی متن)
۸۷	مکتوبات، بنام مولوی سراج الدین احمد
۱۳۶	مکتوبات، بنام مرزا احمد بیگ خان
۱۳۸	مکتوبات، بنام مرزا ابوالقاسم خان
۱۷۰	مکتوب، بنام ادارۂ جام جہاں نما
۱۷۲	مکتوب، بنام شیخ نازح
۱۷۵	مکتوب الہیم کے سوانحی احوال و کوائف
۱۷۷	مولوی سراج الدین احمد
۱۷۸	مرزا احمد بیگ تپاں
۱۸۱	مرزا ابوالقاسم خان
۱۸۵	شیخ نازح
۱۸۷	فرہنگ

پیش گفتار

”نامہ ہائے فارسی غالب“ کے فوراً بعد ”مترقات غالب“ کا ترجمہ ہوا۔ چنانچہ ۱۹۹۸ کے اوائل میں یہ ترجمہ طباعت کے لیے ہر طرح تیار تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے انسانوں کی طرح کتابوں کی بھی اپنی قسمت ہوتی ہے، کچھ پتہ نہیں ہوتا کب کھلے۔ سو مترقات کے ترجمے کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں کاموں میں ایسا الجھا رہا کہ اس کا خیال ہی نہ آیا اور یکدم نومبر ۲۰۰۴ آ پہنچا تو ایک دن ”مترقات غالب“ ذہن پر کوندا۔ اسوقت احساس ہوا کہ چھ سال بیت چکے ہیں۔ لیکن دیر آید درست آید کے مصداق یہ تاخیر ”مترقات“ کے ضمن میں باعثِ خیر ہوئی اور وہ اس طرح کہ اب اردو ترجمے کے ساتھ فارسی متن بھی کتاب میں شامل ہے اور اس طرح کتاب بالترتیب اردو ترجمہ، فارسی متن، مکتوب الہم کے سوانحی احوال اور فرہنگ کے چار حصوں پر مشتمل ہے۔ گویا ”مترقات غالب“ اب ایک مکمل اور زیادہ قیمتی کتاب کی حیثیت سے آپ کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ ”نامہ ہائے فارسی غالب“ کے بارے میں کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ اس کا خط بہت باریک ہے۔ چنانچہ ”مترقات“ کی تحریر سے اس نقص کو بھی دور کر دیا گیا ہے۔ اب خط قدرے موٹا اور نیچے تحریر زیادہ واضح اور روشن ہے۔

ترجمے کے لیے میرے پاس کتاب گز، دین دیال روڈ، لکھنؤ کا ۱۹۶۹ والا دوسرا ایڈیشن تھا جس کی طباعت نظای پریس میں ہوئی ہے اور جس میں فاضل مولف سید مسعود حسن رضوی ادیب کا ایک طویل اور مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس مقدمے کے ذریعے انہوں نے

اس تالیف کے محتویات کا تعارف کرایا ہے۔ اس لیے میں زیرِ نظر خطوط کے تعارف کے لیے ان ہی کے الفاظِ تحریر کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں۔

”میرے کتب خانے میں ایک بیاض ہے جس میں مرزا غالب کے ازحتالیس (۳۸) فارسی خط و دو فارسی قلمیے ایک فارسی مثنوی اور ایک اردو غزل بھی شامل ہے۔ یہ کل خط ایسے لوگوں کے نام ہیں جو کلکتے میں مقیم تھے۔۔۔۔۔ اس بیاض میں جو خط شامل ہیں وہ ایک کے سوا سب فارسی میں ہیں۔ ان میں آخر کے میں (۲۰) خط مرزا ابوالقاسم خان قاسم کے نام ہیں۔۔۔۔۔ بقیہ خطوں کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے انیس (۲۱) خط مولوی سراج الدین احمد کے نام چھ (۶) خط مرزا احمد بیگ خان کے نام اور ایک (۱) خط اوارۃ جام جہاں کے نام ہے۔ مولوی سراج الدین احمد کے نام جو خط ہیں ان میں گیارہ ایسے ہیں جو غالب کی کتب میں بھی آہنگ میں شامل ہیں۔ مگر وہاں ان میں سے بہت بہت سی عبارت حذف کر دی گئی ہے اور جگہ جگہ لفظ اور فقرے بدل دیے گئے ہیں۔ اس لیے یہ خط اپنی اصل صورت میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ ایسے ہر خط کے آخر میں بیچ آہنگ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۲۸۷ھ کے اس صفحہ یا صفحوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے جن میں وہ خط درج ہے۔ اس طرح ان خطوں کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔“

”میرے کتب خانے میں انشائے طاہر وحید کا ایک پرائیویٹ نسخہ ہے۔ اس کے شروع میں دو سادے ورق تھے جن میں غالب کا ایک طولانی خط ناخ کے نام کسی نے نقل کر لیا تھا اور اس پر یہ عبارت لکھ دی تھی ”نقل خط مرزا اسد اللہ خان غالب کہ بہشت بودند“۔ اس خط کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی مالی پریشانیوں کا حال سن کر شیخ ناخ نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ کن چلے جائیں جہاں مہاراجہ چندو لال کی فیاضیاں ان کو آسودہ بنا سکتی تھیں۔“ فاضل مولف سے اس خط کے متعلق یہ بتانا کہ یہ بھی بیچ آہنگ میں شامل ہے اور ہوبہو ای شکل میں صرف نظر ہو گیا ہے۔

اب فاضل مولف کے بیان کی وضاحت اس طرح ہوگی کہ اس تالیف میں کل پچاس خطوط ہیں۔ آخری یعنی پچاسواں خط خوشی ولایت علی صفی پوری کے نام ہے اردو میں ہونے کے سبب ہمارے دائرہ کار سے خارج ہے اور اس طرح اس ترجمے میں بالتفصیل ذیل انچاس (۳۹) فارسی کے خطوط ہیں۔

- ۱- خطوط بنام مولوی سراج الدین احمد ۳۱
- ۲- " " مرزا احمد بیگ خان ۶
- ۳- " " مرزا ابوالقاسم خان ۳۰
- ۴- خط بنام جام جہاں نما ۱
- ۵- خط بنام شیخ ناسخ ۱

۳۹

اب کچھ ترجمے کی بابت۔ حسب سابق ترجمہ کرتے ہوئے یہ مقصد پیش نظر رہا ہے کہ وہ متن کے عین مطابق ہو۔ اگر ایسا ہو جو ممکن نہ ہو سکے تو متن سے قریب ترین ضروری ہو کہ فارسی خطوط نگار کی لطافت خیال ہی سے نہیں اس کی اسلوب نگارش سے بھی آشنا ہو سکے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر اظہار و بیان کا وہ پیچیدہ اور پر تکلف طریقہ جو اس زمانے میں رائج تھا ترجمے میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ مزید یہ کہ گفتگو کی روانی برقرار رکھنے اور عبارت کی بے ربطی دور کرنے کے لیے جگہ جگہ جملوں کے درمیان قوسین میں ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو اصل متن میں مفقود رہے ہیں لیکن ترجمے میں ان کا اظہار بھی اردو اسلوب بیان کے لیے ضروری ہے۔ شیخ ناسخ اور جام جہاں نما کے علاوہ باقی دوسرے مکتوب الہیم کے کوائف و سوانحی احوال عبدالرؤف عروج کی ”بزم غالب“ سے لیے گئے ہیں۔ جبکہ جام جہاں نما کے کوائف حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر طاہر مسعود کی مشہور تصنیف ”اردو صحافت انیسویں صدی میں“ سے

ہدئی گئی ہے۔ شیخ ناسخ کے سوانحی احوال کے حصول میں سکری و معظمی جمیل چاہی کا تعاون شامل حال تھا۔ میرے مشفق و محسن ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ایک بار پھر انتہائی مصروفیت کے باوجود وقت نکال کر مسودہ پر نظر ثانی کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ بھی آپ کے ذوق کے مطابق ہوگا۔

آپ سے رخصت ہونے سے دو شتر ایک بات اور بھی کہتا چلوں۔ اب کہ غالب کے فارسی خطوط کی کتب میں یہ آخری کتاب ہے جو طباعت کے لیے چاری ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے فارسی خطوط کی ساری کتابوں کے تراجم کی طباعت اور خطوط کی تعداد کا خاکہ بھی پیش کر دیا جائے تاکہ ادب کے ہر طالب علم کے کام آئے۔

نام کتاب	ترتیب و تدوین	مترجم	طابع	سال طباعت	تعداد خطوط
۱۔ نامہ ہائی فارسی غالب	سید علی اکبر ترمذی	پرتو روہیلہ	ادارہ یادگار غالب۔ کراچی	۱۹۹۹	۳۶
۲۔ سائر غالب	قاضی مہدودور	"	" " " "	۲۰۰۰	۳۲
۳۔ بارغ دور	وزیر الحسن ماہدی	"	بزم علم دہلی (احقر یحییٰ)		
۴۔ آجک ہجیم	مجلس یادگار غالب پنجاب	"	ادارہ یادگار غالب کراچی	۲۰۰۳	۶۰
۵۔ حفرات غالب	مسعود حسن رضوی ادیب	"	" " " "	زیر نظر	۱۶۹

۳۳۱

اس طرح ان خطوط کی کل تعداد تین سو استالیس (۳۳۱) بنتی ہے۔ واضح ہو کہ غالب کے پرانندہ خطوط بھی جن کی کل تعداد چھتیس (۳۶) ہے اور جو حیرہ (۱۳) مختلف مکتوب الہم کے نام ہیں ۲۰۰۱ میں ترجمہ کئے جا چکے ہیں۔ خدا کرے ان کی طباعت بھی جلد ہی پایہ تکمیل کو پہنچے۔

پرتو روہیلہ

حفرات غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ ۸

حصہ اوّل

فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ



پہلے
(اردو ترجمہ)

مکتوبات

بنام مولوی سراج الدین احمد

خط (۱)

میرے مالک میرے خداوند

آج جمادی الثانی کی پہلی تاریخ اتوار کے روز سہی آوارگی کے اونٹ نے
دہلی کے مسافر خانے میں پڑاؤ ڈال دیا۔ مجھے اُن نیکوکاروں کی ہمدردی اور غربا پروری
پر فخر ہے کہ جن کے ملکوں سے میری آنکھیں (ایسی) آشنا ہوئیں کہ مجھے جیسے دیوانہ
حال کے لیے وطن کو غربت سے زیادہ تلخ بنا دیا۔ (خدا کی قسم خدا کی قسم) اور ایک بار پھر
خدا کی قسم) کہ رو رو دہلی سے ٹکلتے چھوٹنے کا غم (ہی) زائل نہیں ہوا تو بھلا مسرت کا کیا
مقام ہے۔ ایک ایسی پریشان حالی میں مبتلا ہوں کہ صاحب نظر لوگوں میں سے کوئی
بھی مجھے دیکھے تو یہ نہیں سمجھے گا کہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ چکا ہے بلکہ خیال کرے گا
کہ کوئی مصیبت زدہ ہے کہ وطن سے تازہ تازہ گرفتار غربت ہوا ہے۔ ہاں ہاں میرا
حال ایسا ہی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو گا کہ مولوی سراج الدین احمد مرزا احمد بیگ خان
اور ابوالقاسم خان سے جدا ہو گیا ہوں۔ افسوس اپنے آپ پر اور اپنی اوقات پر۔ حیرت
کی بات یہ ہے کہ اس تین سال کے عرصے میں دلی کے اشراف کے طور طریقے بدل
گئے اور دوستوں کی فطرت سے محبت و مروت کا نام مٹ گیا۔ ہم مزاج دوستوں میں
ایک ٹولی مسافر عدم ہونگی اور بزم محبت کے بد مستوں نے جام فنا پی لیا۔ مقتدر و اہل

بصیرت گمنامی کی خانقاہوں میں چاچپے اور کیٹے اور فرومایہ (اس) میدانِ قیامت کی رونق بن گئے۔ عدالت کی حالت طالبانِ عدل سے بدتر اور عوام کا دن بے وقاؤں کی آنکھ سے زیادہ سیاہ ہے۔ اس (نئی) جماعت میں سے ایک میں بھی ہوں کہ جب سے (دلی) پہنچا ہوں ہر سمت بھاگ رہا ہوں لیکن کسی کی طبیعت میں خجالت کے آثار نہیں دیکھے۔ جو معزول ہے وہ اپنی فکر میں سرگرداں ہے اور جو تعینات ہے وہ آشوبِ شہر ہے۔ حیرت اس امر پر ہے کہ وہ (یعنی معزول) زائل شدہ شاخِ باغ کی واپسی کا امیدوار ہے اور یہ (یعنی منصوب) حاصل شدہ شان و شوکت کے ہاتھ سے نکل جانے سے خوف زدہ ہے۔ اس گرامی نامہ میں کہ مجھے باندے میں ملا تھا صاحبانِ خسرو و نشان کے دنیا کو فتح کر نیوالے علموں کے کوچ کی خبر تھی جو تاحال وقوع پذیر نہیں ہوا۔ شاید اس حکم کا نفاذ ہی نہ ہوا ہو۔ چاہتا تھا کہ منصبِ مظلوم پر ور کو ایک درخواست لکھوں اور آپ کو بھیج دوں۔ لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں تھا کہ آج کل ان کا دربار کس علاقے میں لگ رہا ہے اس لیے آرزو کا یہ نقش دل ہی میں محو ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی درخواست کا احوال بھی کہ جو باندے سے بھیجا تھا۔ نہ معلوم اس پر کیا گزری اور منصب کے دل میں میرا کیا مقام ہے۔ مجبوراً آپ کو زحمت دے رہا ہوں کہ خدا کے واسطے میری بے کسی کو نظر میں رکھ کر میری باندے سے ارسال کردہ درخواست پر منصب کی کاروائی اور اس ذیل میں میری طرف ان کی حید توجہ اور اس کے طور طریق غرضیکہ جو کچھ بھی پیش آیا ہو تحریر فرمائیں۔ اگر یہ خط مرزا صاحب کے خط میں رکھ کر بھیج دیں تو سہولت ہوگی۔ اور اگر علیحدہ ارسال کرنا چاہیں تو یہ یہ لکھیں ”یہ خط دہلی میں حویلی نواب عبدالرحمن خان میں پہنچ کر اسد کو ملے۔“ خداوندِ اچانکہ میرا یہ نامہ پریشان

آثار شوق سے عاری ہے (اس لیے) یہ نہ سمجھیں کہ میں دلگیر ہوں بلکہ یہ ایسا غلط ہے کہ میں نے انتہائے آشفتمندی و پریشان حالی میں لکھا ہے 'صرف اس لیے کہ آپ کو اپنے احوال سے باخبر کروں۔ اس کے بعد کہ خاطر مجتمع اور سانس درست ہو جائے گی (پھر دیکھئے گا) میرے عاشقانہ عبودیت نامے اس حد تک پہنچا کریں گے کہ (ان کے لیے) کاغذ کے دستوں کے دستے چاہیے ہوں گے۔ والسلام۔ خاتمہ بالخیر۔

خط (۲)

میرے مالک میرے خداوندؑ

آج کہ شوال کی آٹھویں اور جمعہ کا دن ہے، دن چڑھے جناب کا گرامی نامہ پہنچا۔ مسرت کی خوش خبری دی اور دل کو غم سے نجات۔ لافاذ کھولا تو وہی نظر آیا جو (ہمیشہ) چشم تھوڑے دیکھتا تھا۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے دیکھتا ہوں کہ کامرانی کس کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کے گرامی نامے کے جواب کو حقیقت کے معلوم ہونے اور مردِ اظلام عباس خان کی طلبی پر موقوف کر رکھا ہے۔ (چنانچہ) جو کچھ لکھتا ہے ایک ہفتے بعد لکھوں گا۔ آپ خاطر جمع رکھیے اور مجھے اپنا بندہ سمجھئے۔ یہ چند سطریں جو لکھ رہا ہوں خاص طور پر آپ کے ملاحظے کے لیے ہیں۔ یہ کسی اور کو نہ دکھائیے۔ خود ملاحظہ کیجئے اور میرے دکھ کو سمجھئے۔ اولاً اپنی انصاف طلبی کی بابت آپ کو بتاؤں کہ اندر کا حال آپ کو معلوم ہو۔ سبحان اللہ میری نوکِ قلم سے کس روانی سے یہ بات نکلی۔ اپنی انصاف طلبی کا احوال سناتا ہوں۔ حیران ہوں کہ اس احوال کی بابت کیا کہوں کہ جو میں خود نہیں جانتا۔ مختصراً مطلب یہ کہ دہلی پہنچا اور حکام سے مرکزی دفتر کے حکم کے اجرا کی

درخواست کی۔ معلوم ہوا کہ مرکزی دفتر سے کوئی حکم نہیں ملا ہے۔ یقیناً کاغذ کھو گیا تھا یا ہوا میں اڑ گیا تھا۔ حاکم (متعلقہ) نے مہربانی کی اور مرکزی دفتر کو لکھا۔ اس کی نقل (ڈپلیکیٹ) آئی۔ حاکم نے اس کو دیکھا اور پھر شمس الدین خان کو خط لکھا۔ اور پھر نصر اللہ خان کے متعلقین کا احوال دوبارہ معلوم کرنا چاہا۔ مدعی علیہ نے جواب بھیجا کہ جنرل لارڈ لیک بہاور کے مہرزدہ پروانے کے مطابق اس جماعت کو پانچ ہزار روپیہ سالانہ دے رہا ہوں۔ حاکم نے معائنہ کے لیے اصل سند منگوائی۔ جب دستاویز پہنچی تو اس کی نقل رکھ لی اور اصل ارسال کنندہ کو واپس کر دی۔ اس نقل کی ایک نقل مجھے مرحمت فرمائی۔ خدا کی وی ہوئی عقل کے مطابق اس کا جو جواب مجھے پسندیدہ معلوم ہوا لکھا اور محکمہ کو ارسال کر دیا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ اصل احوال و حقیقت ماجرا کیا ہے۔ فلاں بیک نے پیسے کے لالچ میں میری دشمنی پر کمر باندھ لی ہے۔ اور لوگوں کی نظر میں بہن اور اس کے بچوں کی اعانت کو غلط بیانی اور افترا کا سرمایہ بنالیا ہے۔ میں حق جو اور حق پرست انسان ہوں۔ سچی بات کرتا ہوں اور سچائی ہی کی تلاش کرتا ہوں۔ نہ میں شمس الدین خان صاحب کا دشمن ہوں اور نہ خواجہ حاجی اور اس کے بیٹوں کا۔ شمس الدین خان میرا سالہا ہے اور خواجہ حاجی میرے جد کے بارگاہ کا بیٹا اور اس کے بیٹے دو پشتوں سے میرے خاندان اور تین پشتوں سے میرے ٹک پروردہ ہیں۔ احمد بخش خان سے کہ جو میری چچی کے بھائی اور میرے سر کے بھائی تھے مجھے دو شکایات تھیں اور ہیں۔ پہلی تو وظیفہ (پنشن) میں بغیر کسی خطا و جرم کے کمی کر دی گئی ہے اور دوسری بغیر کسی استحقاق کے ثبوت کے خواجہ حاجی کی (پنشن میں) شمولیت ہے۔ اور میری ساری عرضداشتیں ان ہی شکایتوں سے بھری پڑی ہیں۔ شمس الدین خان

نے محکمہ کو پانچ ہزار روپے سالانہ کی ایک سند پیش کی۔ لیکن مجھے اس مقابلہ کی کوئی فکر نہیں۔ فلاں بیک نے فتنہ انگیزی اور افترا پردازی کے ذریعے میری گردن پر منجر چلایا۔ (اگرچہ) مجھے اس تازہ عد سے کوئی خوف نہیں۔ اولاً مجھے اہل حکومت کے ارباب عدل و انصاف کی ڈھارس ہے اور دوسرے مجھے اپنی حق گوئی پر اعتماد ہے۔ اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ میں نے اپنے کام خدا کے حوالے کر دیے ہیں اور مجھے اپنے دشمنوں کے انبوه سے خوف نہیں۔ آتش خرد میں حضرت ابراہیم کے بال کی ٹوک بھی نہیں جلی اور فرعون کے جادو کروں کا گروہ موسیٰ کے جسم کو ذک نہ پہنچا سکا۔ مجھے خدائے قادر سے بدظن ہونے کی اور دشمنوں کی فتنہ انگیزی سے ڈرنے کی (بھلا) کیا ضرورت ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کے آنے سے چوشر حکومت کے اہلکاروں میں سے ایک سے کرنیل املاک صاحب کے انتقال کی خبر سنی ہے۔ مخدومی مرزا ابوالقاسم خان صاحب اور مفتی آقا محمد حسین صاحب کے لیے سخت رنجیدہ رہا ہوں۔ خدا کرے کہ وصیت نامے میں ایسی تحریر موجود ہو کہ ان کی کفایت کرے۔ افسوس مخدومی نواب مہدی علی خان بہادر کی خیریت سے بے خبر ہوں۔ ان پریشانیوں کی بنا پر جو دائیں بائیں سے مجھے خوف و خطر کے ٹکٹے میں کسے ہوئے ہیں خط لکھنے کی فرصت نہیں ملی ہے۔ لیکن نواب صاحب کو (ہم) خاکساروں کو

۱- واللہ اعلم ما حکم ماہر ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ البتہ متعدد جہاں آیات ان سورتوں میں ملتی ہیں

۱- ان اللہ اعلم ماہر ہے۔ سورہ الحج ۱۳ ۲- ان اللہ اعلم ماہر ہے۔ سورہ مائدہ ۱۰۰

۳- کہنہ اللہ اعلم ماہر ہے۔ سورہ آل عمران ۴۰ ۴- واللہ اعلم ماہر ہے۔ سورہ ابراہیم ۳

۵- ان اللہ اعلم ماہر ہے۔ سورہ الحج ۱۸

یاد کرنے کا کہاں خیال ہے۔ ان سطور کے لکھتے ہوئے مرزا داؤد بیگ تشریف لے آئے اور ۲۸ رمضان کا لکھا ہوا خط پہنچایا۔ چونکہ خط کے امور جواب طلب کا جواب اس کے پہنچنے سے جیستر ہی بطور کشف لکھ چکا ہوں، دوبارہ ان کو دہرانے پر توجہ نہیں دی۔ فلاں بیگ نے میرا حال پوچھا ہے۔ کیا کہنے میرے احوال کے کہ خدا کو قادر اور دانا جانتا اور انبیا کو اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا سمجھتا اور حسین کو بندہ و طالب حق و برگزیدہ حق گردانتا اور یزید کو ظالم ناانصاف اور گنہگار تصور کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھوں۔

خط (۳)

میرے مالک میرے آقا

سوال کی سترھویں اپریل کی گیارھویں تاریخ، اتوار کے دن ایسے وقت کہ باد بہاری چل رہی تھی اور پھول اور ٹہنے کھل رہے تھے آپ کا جانفرا خط ملا اور اس نے میری گود اور آغوش پھولوں سے بھردی اور اُس کی آمد نے مجھے سرمایہ مسرت سے مالا مال کر دیا۔ خدا کی قسم اس خط کی آمد میری آرزو کے حوصلے سے بڑھ کر تھی چونکہ میں نے اپنی حیرانی و پریشانی میں ایک خط غلط پتے پر کانپور بھیج دیا تھا۔ مجھے نہ آپ کا پتہ ہی معلوم تھا اور نہ جناب کی آمد کے وقت سے باخبر تھا غرض یہ کہ آپ کے خط کو دیکھا (تو) سیکڑوں بار اپنی آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا اور اپنی جان آپ کے سر آسمان خراش پر قربان کر دی۔ اور (آپ نے بھی) مجھے خط کے ملنے اور نہ ملنے کے جھگڑے سے آزاد کر دیا اور (ساتھ ہی) حرکت و عدم حرکت کی پریشانی سے رہائی دلائی۔ (میں

نے) آپ کی خیریت پر شکر کیا اور خدا کی بے انتہا حمد و ثنا کی - حقیقت یہ ہے کہ آپ محبوب زمانہ ہیں - خدا آپ کو سلامت رکھے - انصاف اطاعت سے بڑھ کر ہے - مرزا احمد بیگ خان دنیا کے محبت اور جہان الفت ہیں - دو تین ماہ انہوں نے میرے حال سے غفلت برتی اور خط لکھنے سے بھی گریز کیا - تقریباً ایک ہفتہ ہوتا ہے کہ ان کے (یکدم) دو خط ملے - اپنی کوتاہ قلمیوں کی معذرت چاہی تھی اور سب احوال لکھا تھا - میں نے بھی جوابات دیدیے ہیں - اطلاعاً آپ کو بھی بتا دیا ہے - میری جان ! قصہ یہ ہے کہ مقدمہ کی ابتدا ہی سے مجھے احمد بخش خان سے دو شکایتیں ہیں - ایک تو وظیفہ (پنشن) میں کمی کر دینا اور دوسرے (پنشن میں) خواجہ حاجی کی شمولیت - اب کہ بات عدالت (۱) تک پہنچ چکی ہے بالفرض اگر نصر اللہ بیگ خان کے متعلقین کا وظیفہ (پنشن) پورے پانچ ہزار بھی قرار پائے مجھے (پھر بھی) خواجہ حاجی کی شمولیت پر شکایت ہوگی - خدا کی قسم فلاں بیگ مجھے آزار پہنچانے کے درپے ہے اور (اس نے) اپنی بہن کی اولاد کی مدد کو اس ایذا رسانی کی سند بنا لیا ہے - وہ دن بھی تھا کہ فلاں بیگ اور اس کا بہنوئی دونوں نصر اللہ بیگ خان کے رسالے میں بے حیثیت فو کر تھے - یہ سب تین پشتوں سے میرے اجداد کے نمک پروردہ ہیں - اور اس کا فرقہ ار نے میرے چچا کی موت کے بعد بھٹکے ہوؤں کو 'کہ فلاں بیگ اس میں شامل تھا' اپنے ساتھ ملا لیا اور میرے چچا کے ترکے میں نقد و جنس ہاتھی گھوڑے چھو لداری غیسے جو کچھ بھی تھا صاف لے اڑا - اب کچھ تو بات کی تکمیل اور کچھ اس صفحہ کو پُر کرنے کی غرض

۱- متن میں یہ لفظ وارد لکھا ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے - قیاساً "دادارنیا" داور ہے - چنانچہ ہر جہاں یہی طرح کیا گیا ہے

سے اصل مقدمہ کی تفصیل بتاتا ہوں۔ تو جان من بلکہ میری جان سے بھی بڑھ کر میں جب دلی پہونچا اور حکام سے مرکزی دفتر کے حکم کی تعمیل کی درخواست کی تو معلوم ہوا کہ کولبرک صاحب کی رپورٹ کی نقل موجود ہے (لیکن) مرکزی دفتر کا حکنامہ ناسب ہے۔ حاکم (متعلقہ) نے دلہی کی خاطر یا ضابطے پر عمل کرتے ہوئے یا میرے دعوے کے سچ اور جھوٹ کی تصدیق کے لیے (غرض یہ کہ) صدر دفتر خط لکھ دیا۔ میں نے چونکہ سچ کہا تھا مرکزی دفتر سے (دستاویز کی) ڈپلیکیٹ (نقل) آگئی۔ (اب) حاکم نے مدعا علیہ کو لکھا۔ مدعی علیہ نے ایک سند جس پر جنرل ایک کی مہر لگی ہوئی تھی اور جو پانچ ہزار روپیہ سالانہ پر مشتمل تھی بھجوا دی اور کہا "اس سند کے مطابق نصر اللہ بیگ خان کے متوسلین کو پانچ ہزار روپیہ دیتا ہوں۔ حاکم نے اس سند کی نقل مجھے دی اور مجھ سے اس کا جواب مانگا۔ میں نے اس سند کا جواب مجھے کے دفتر پہنچا دیا۔ دراصل یہ سند جعلی ہے اور میں نے اس سند کے جعلی ہونے کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ان میں سے ایک (دلیل) یہ ہے کہ دلی سے نکلتے تک اس سند کی نقل کسی دفتر میں نہیں ہے۔ اور اس وقت عدالت کا یہ حال ہے کہ حاکم نے میل ملاقات بند کر دی ہے اور امتکاف میں بیٹھ گیا ہے۔ (چنانچہ) کام بگڑے ہوئے ہیں اور احوال خراب ہیں۔ دفتر کے اہلکار قسمیں کھاتے ہیں کہ سوائے پروانہ راہداری کے اور کسی تحریر کو ہم نے ہاتھ نہیں لگایا ہے اور مشاہدہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ حاکم ہی کہاں ہے کہ اس کو یہ طریقے اور احوال بتاؤں۔ جب تک حاکم پڑائی کرتا تھا میں بھی جانتا اور (اس کے پاس) بیٹھا کرتا۔ چونکہ شعر و سخن کا ذوق رکھتا تھا اس لیے اکثر اوقات اسی ضمن میں بات چیت ہوا کرتی اور مطلب کی بات بھی کہہ دی جاتی۔ ان دنوں ایسی رازداری نہیں

ہوا کرتی تھی۔ چونکہ مفسد نے ایسی شورش نہیں برپا کی تھی (سو میں بھی) موت سے پہلے واویلا کس طرح کرتا۔ اب کہ فتنے کی گرداخی ہے تو میں کیا کسی شخص کی بھی حاکم تک رسائی نہیں ہے۔ (لوگ) کہتے ہیں حاکم یہ چاہتا ہے کہ اگر مجھے مرکزی دفتر ہی سے استحکام کار کی خوش خبری ملے تو (میں بھی) کام کی طرف توجہ دوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جھگڑا کب طے ہوتا ہے اور اس عرصے میں مستقل حاکم کون (مقرر) ہوتا ہے۔ غالب جتلا کی انصاف طلبی کا احوال یہ ہے کہ ایجاز و اختصار سے بیان کیا گیا۔

مخط (۳)

وہ جان کہ جس کے اجزا کا لطیف ترین حصہ تحلیل ہو گیا اور شراب سے تلچھٹ کی طرح اور آگ سے راکھ کی صورت جو کچھ باقی رہ گیا ہے اگر دوست کے قدموں پر بکھیر (بھی) دوں تو ڈرتا ہوں کہیں اس کے پائے نازک کو زحمت نہ ہو اور اگر اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوتا تو دنیاے محبت میں ناوم ہوں گا۔ (سو) کیا کروں کہ حق محبت ادا کر کے احسانات کا شکر ادا کر سکوں۔ (اُس) گمراہ نامہ کے مطالعہ نے کہ جو محبت پر مبنی تھا مقصد کے محبوب کے جلوے کا آئینہ دار بنا دیا اور دنیاے اسرار کا ایک جہاں دکھا دیا۔ غالب اس مبارک تحریر کے ارسال کے بعد اسد اللہ کا ایک دوسرا مخط بھی آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ بات یہ ہے کہ میرے اوپر ایک بھاری بوجھ ہے اور اگر آپ (کم ہمتی نہ دکھائیں) اور فیاضانہ اس بوجھ کو اٹھا سکیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایسا ہی کریں گے کہ اخیاء زمانہ میں سے ہیں۔ اس عدالت کی حالت اور اس محکمہ گمراہی کے مقتدرین کی صورت حال میری نظر میں (بھی) خدا کی قسم بالکل اسی طرح

ہے جیسے آپ نے لکھا ہے۔ لیکن دکنی رونے کے سوا کیا کرے؟ الم رسیدہ بین کرنے کے علاوہ کیا جانتا ہے اور دشمنی کو مرہم کے علاوہ کس چیز کی جستجو ہوتی ہے۔ پرنسپ صاحب کا حال یہ ہے کہ انہیں اس معاملے سے تعلق ہی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ مجھ سے اور میرے مقدسے سے قدرے واقف ہیں اور اپنے عہد حکومت میں انہوں نے نواب والا منقبت کی خدمت میں میری قدر افزائی کی ہے اور میرے استحقاق کو سراہا ہے (اس لیے میں نے ان کو) دوستانہ خط لکھا ہے۔ خدایا! اتنا ہو جائے کہ میرا خط وصول کر لے اور میرے وکیل کو وکالت کے لیے قبول کر لے۔ اس کے بعد معاملات بہت اچھے اور امیدیں بہت۔ خدا کے واسطے کچھ کوشش کریں۔ اور یہ بھی اپنی کم ظرفی کا اظہار ہے کہ آپ کے سامنے اپنی سفارش کر رہا ہوں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میرا کام آپ کا کام ہے اور انصاف بالائے طاعت کے مصداق اگر اپنے کام کو آپ کا کام نہ جانتا تو ایسے بڑے بڑے راز کس طرح آپ کے سامنے (کھول کر) رکھ دیتا اور اپنے آپ کو کیٹنا آپ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا۔ چنانچہ اس امر کا ضرور التزام رہے کہ جو خط بھی میرا آپ کو ملے اس کو خود پڑھیں، مولانا کو دکھائیں اور پھاڑ ڈالیں اور پانی میں بہا دیں یا آگ میں ڈال دیں۔ پرانی بات کو نیا، پیرایہ دیکر فشی صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ کر لیجئے اور معاملات کو سمجھ کر ان کی سہ تک پہنچے۔

۱- متن میں ”بدوش جدید“ لکھا ہے۔ ترجمہ ”بدوشی جدید“ کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

قبلہ عاجات

کل اکتوبر کی چند صویریں تاریخ آپ کا انتیس ستمبر کا لکھا ہوا پاک والا نامہ آئینہ سکندر کے ایک ورق کے ساتھ پہنچا۔ لیکن لفافے میں اخبار کے (دوسرے) اوراق باوجود تلاش کے نہ ملے۔ صرف اشتہار کا ورق تھا اور کچھ نہیں۔ میں نے دل میں کہا خدوم نے اس ایک ورق کو بھیجنا ہی کافی سمجھا ہوگا۔ اب جو خط کھولا اور تحریر کردہ سطروں پر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ چناپ عالی نے اوراق اخبار کا شروع سے آخر تک ذکر کیا ہے لیکن اخبار اس لفافے میں موجود نہیں ہے۔ میں سمجھ گیا کہ لفافے میں خط رکھتے وقت اخبار کے اوراق لف کرنا یا دھنیں رہا۔ بہر حال آئینہ سکندری کا (وہ) ورق پڑھ کر میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور اس کی عبارت کی روانی نے منظرہ میں موتی پر ویسے۔ اب اچھی باتیں اور دل کش خبریں۔ اس شہر کے لوگ چونکہ اخبار جام جہاں نما کی بد عہدی سے سخت ناراض ہیں اس لیے اخبار کا کوئی ذوق نہیں رکھتے۔ مختصر یہ کہ اخبار کی ترویج کے سلسلے میں میری کوشش بیان سے باہر ہے۔ لیکن فوراً اس بارے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میرے براہد گرامی اپنی دلی رغبت کے ساتھ ان اوراق کے خریدار ہیں۔ بلکہ انہوں نے میرے ساتھ اخبار کی ترویج کے سلسلے میں عہد یکا گلت کیا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ اس قدر کوشش پر میں قانع نہیں ہوں۔

دوسروں کا چندہ بھی کچھوں گا۔ غنوا ری سے آراستہ قلم کی تحریر نے احوال معاملہ کے

۱۔ "نظارہ ماہ گوہر کشیدہ" گوہر کشیدہ موتی پونے کے سن میں آتا ہے (بہار مجسم)۔ باقی خیال آفرینی غالب کی ہے۔

بارے میں جو لکھا ہے (اس نے) میری جہالت کو زبرد آگاہی سے سہا دیا۔ لیکن اسی آگاہی کے باوجود دل سے تشویش رفع نہیں ہوئی۔

خط (۶)

قبلہ من

ایک طویل مدت گزری اور گزر رہی ہے کہ میری آنکھیں آپ کے جواہر تارے کی سیاہی سے سرگیں نہیں ہوئیں۔ اس سے بیشتر غریب پوری کے ضمن میں جو مہربانی آپ نے کی ہے وہ کلین خاطر پر نقش ہے۔ خاص طور پر اس باب میں بھی غلطیاں میں مبتلا ہوں کہ محافظ خیال نے رسید جواب کی گری کو انتہا تک پہنچا دیا (لیکن) اب تک اس بہار کا رنگ ظاہر نہیں ہوا۔ میرا حال تو یہ ہے کہ اس دشمن آباد (یعنی دلی) کی عدالت سے کنارہ کش ہو کر اپنے نمکدے کی دیوار کا نقش ہو کر رہ گیا ہوں۔ بزم خیال میں (البتہ) امید کی شمع جلا رکھی ہے اور آنکھیں مرکزی دفتر کی انصاف پسندی سے پیوستہ ہیں۔ کیا بتاؤں کہ ارد گرد کے حکام نے کیا کیا طریقے اختیار کئے ہیں اور کیا اطوار اپنائے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ اور اس ہی طرز پر گزرتی رہی تو (لوگوں کے) گھریار سیلاب فنا میں غرق ہو جائیں گے۔ خاص طور پر اس شہر میں اعیان زمانہ کی چٹھواری اور خمازی نے کہ جس کو حکام بھی رغبت کے کان سے سنتے ہیں دنیا کو اپنے مال و متاع کی بنا پر لرزہ بر اندام کر دیا ہے۔ (ان حکام نے) دامانگاں کو مرکزی محکمے کے شفا خانے کے علاوہ کسی دوسری جگہ مرہم نوازش کی خبر نہیں دی ہے۔ چونکہ اس عدالت میں کوئی بد عنوانی جائز نہیں ورنہ ہر طرف فساد کی گرد بلند اور ستم کی آگ روشن ہے۔

آج جبکہ ۱۲ جنوری سے جام جہاں نما کے ذریعہ یہ خبر پٹی کہ اس علاقے میں وبا کا شہرہ ہے میں کہ خیر خواہ اور دوستوں کا دعا گو ہوں کیا بتاؤں کس قدر بے چین ہو گیا ہوں۔ امید اس بات کی ہے کہ آپ جلد سے جلد میری داوری کریں گے اور اپنی اور دوسرے مخلصوں اور متعلقین کی خیریت کی خبر بھیجیں گے تاکہ دل کی پریشانی کے لیے باعث سکون ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ جناب عالی مہربانی و ہمدردی کے سبب اس مظلوم کے مقدمے کے احوال کے بارے میں (خود ہی) تحریر فرمائیں گے۔ اس درخواست پر میں نے تکرار نہیں کی تاکہ طول کلامی اور سرکشی میری خصلت نہ قرار پائے۔ یہ پوشیدہ نہ رہے کہ اس خط کے جواب میں ثلث بمنزلہ مردے کو جان دینے اور پیاسے کو پانی دینے کے ہے۔ جناب مولوی صاحب قبلہ کو میری طرف سے ہزار طرح سے جھک جھک کر کورنش پیش کریں اور صد گو نہ الفت و محبت کے ساتھ شوق دیدار آغا صاحب کی خدمت میں عرض کریں۔

خط (۷)

اہل صفا کے روشن ضمیر سے یہ بات مخفی نہ رہے کہ ایک مدت کے بعد خط کے آنے پر خوش ہو کر اس مہربانی کا شکرا اپنی بساط کے مطابق ادا کیا اور دل کو سرمایہ امید سے باحشمت بنایا ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی صاحب کی طبیعت نے میری قوت برداشت کو متاثر کر کے میرے صبر و برداشت کی بنیاد (۱) میں آگ لگا دی ہے۔ آپ اور آپ

۱۔ درود از خدا و چیزی بر آوردن۔ کسی کی بنیاد میں آگ لگانا (بہارِ محرم)۔

۔ تا سیرۃ خط از اب جاناں بر آید۔ درود از خدا و شمسہ میاں بر آید (صاحب)

کے پچا مقتدران زمانہ اور نیکان دہر میں ہیں۔ خدا کرے کہ آپ سلامت رہیں، تادمِ زمرہ رہیں، ہمیشہ ہمیشہ چلتے پھرتے نظر آئیں، دنیا سے آپ کو خیر ملے اور بلند مرتبوں پر پہنچیں۔ میں آپ کی ان مہربانیوں کو یاد کرتا ہوں کہ جب آپ طرح طرح سے پرسش احوال اور مہربانیاں کر کے مجھے نوازتے تھے اور مسافرت کے دکھ اور تنہائی کے غم میرے دل سے رفع کرتے تھے۔ جب سے آپ سے دور ہوا ہوں میں نے آرام کا چہرہ نہیں دیکھا اور محبت کی خوشبو نہیں سونگھی ہے۔ خدا را اگرچہ شکر اس لائق نہیں کہ مجھے جلد جلد خط لکھا جائے لیکن (کم از کم) لطفِ گاہ گاہ سے تو محروم نہ کیجئے۔ اس وقت کہ دل حضرت مولوی صاحب کی طرف نگراں اور ان کی صحت اور خیریت کا طالب ہے آپ نے حکم دیا ہے کہ غالب مغلوب اپنی جھوٹی ہچی باتوں کو نظرِ اعجاز اثر میں لائے۔ اے میری جان کی پرورش کرنے والے اب وہ زمانہ کہاں کہ جب دستِ نوازشِ قلم رقصاں کے شانے پر ڈالتا اور قوتِ فکر سے ارباب فن کا پنچہ موڑ دیتا تھا۔ اب تو اپنی رنگ رنگ کی پریشاندوں میں مبتلا ہوں اور شعر گوئی کا قافیہ تنگ ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود میری آگ سگ رہی ہے، دل کے دھم سے خون بہہ رہا ہے اور خیال کا ناخن جگر کرید نے میں مصروف ہے۔ چند غزلیں کہ جن سے طراوتِ فکر ظاہر ہوتی ہے اصلاح کی امید سے تحریر کر رہا ہوں۔

خط (۸)

یہ ایک معافی نامہ ہے ستم رسیدہ غالب کی طرف سے سلطنتِ معنی کے حکمران، فیض مآب، مولوی سراج الدین احمد صاحب کے لیے۔ گزارش یہ ہے (کہ)

والا نامہ نے اپنے ورد کی نسیم سے میری گود اور آغوش کو پھولوں (۱) سے پُر کر دیا۔
 جواب تحریر کرنے میں تامل لا پرواہی کے سبب نہیں تھا۔ چاہتا تھا کہ کچھ سرمایہ تحریر ہاتھ
 آئے اور غیب سے آگہی کی بجلی چمکے۔ اب کہ مذ عاظمیٰ کی منزل آچکی ہے، قلم نے سر
 کے بل دوڑنا اور شوق نے جواب لکھنے کی تقریب شروع (۲) کر دی۔ اسے
 فیض رساں آپ کے گرامی نامہ نے فیض بخش مولوی محمد خلیل الدین خان کی صحت
 سے آگاہ کیا۔ خدا کی قسم میں اس خبر کا متلاشی اور اس نوید کا جو یا تھا۔ میری طرف سے
 آداب زمین بوسی پہنچائیں اور خط نہ لکھنے کی دوبارہ معذرت کر لیں۔ امید ہے کہ ایک
 دو ہفتے کے اندر میرے اوسان بجا ہو جائیں گے اور میں بذریعہ تحریر جناب عالی کو اپنی یاد
 دلاؤں گا۔ اور دوسرے اس ہی مظہر گرامی نامہ میں آپ نے اپنے دعا گو کو شرعی حکم
 کے دریافت کرنے کی خدمت سرانجام دینے کی خوش خبری بھی دی ہے لیکن وہی
 دستاویز جو اس استخفا کا ذریعہ ہو سکتا ہے نہیں سمجھی ہے۔ اگرچہ اس کا غد کے نہ بھیجنے اور
 اس کو آئندہ ارسال کرنے سے آگاہ کر دیا ہے۔ بہر طور (مجھے) آپ کی مرضی کی تعمیل
 کا منتظر سمجھنا چاہیے۔ آسمان اور ستاروں کی گردش کے سبب جو مجھے پیش آیا وہ یہ ہے کہ
 معنی کی چوتھی تاریخ کو جو ذی قعد کی گیارہویں ہوتی ہے میرے مقدمے کی رپورٹ
 مرکزی دفتر چلی گئی۔ ہائے کیا رپورٹ اور کیسا مقدمہ۔ ایسی رپورٹ کہ جو زلف
 محبوب کی طرح خم در خم اور دل زدوں کے احوال کی طرح برہم ہے۔ شروع میں جو میں

۱- متن میں "جیب و کنارہ رینگل اپناشت" ہے جبکہ ترجمہ "جیب و کنارہ رینگل اپناشت" کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

۲- سادہ کردی۔ معنی آج اور کدیں۔ آدھہ کردی۔ عزم کدیں۔ (فرعک معنی)

حاکم کو مہربان سمجھتا تھا سو اب مجھے شرم آتی چاہیے اگر لمبی چوڑی بات کروں اور (اس کی شکایت شروع کروں۔ اگر میری امید کی بنیاد مرکزی دفتر کی تحریر پر قائم نہ ہوتی تو اس عدالت کے عمائدین نے میرے وجود کی بنیاد میں (ضرور) رخسہ ڈال دیا ہوتا اور نہ ہر ہلاہل میرے ساغر مقصد میں ملا دیا ہوتا۔ انصاف بالائے طاعت۔ اس غدار زمانے کی ناسازی کے باوجود رپورٹ کا رنگ اس قدر ناگوار بھی نہیں ہے۔ فی الحال کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نہال مراد کی بار آوری میں ابھی کچھ دن اور لگیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ انجام بخیر ہے۔ دوسرے نا انصاف مذہبی نے کہ جس نے کلکتہ میں میری غیر موجودگی میں فتنے کی گرد اٹھائی اور جھگڑے کی بنیاد رکھی ہے نہ جانے اپنے کام میں کیا خرابی دیکھی کہ حال ہی میں بہن کے بچوں کو نکسا ہے کہ میں تمہاری فکر سے غافل نہیں ہوں۔ لیکن تمہیں چاہیے کہ تم پہلے سر رشتہ ریزیڈنٹی دہلی کے دفتر سے رجوع کرو۔ اور ایک صفحہ اپنے چہرے کی طرح سیاہ کرو اور دربار میں پہنچا دو تا کہ میرے لیے مرکزی دفتر سے انصاف طلبی کی کوئی بنیاد ہو سکے۔ اور بس یہ دو سطریں محض آپ کو مطلع کرنے کی غرض سے تھیں۔ والسلام۔

خط (۹)

خط دہنواز ایک طویل عرصے کے بعد ملا اور (اس نے) دوسری زندگی عطا کی تاکہ اس عمر کی کہ غم میں بسر ہو گئی، تلافی کر سکے۔ لیکن اس دل کا کہ جس کی فطرت ہی آسینہ غم ہو خوش کرنا آسان نہیں۔ کیا زمانہ تھا کہ آپ کا خط پہنچا اور میں عالم سرخوشی میں چھلانگ مار کر کھڑا ہوا اور ایک دنیا نئے نشاط سے ہمسار ہو گیا۔ لیکن اس بار ابھی

نظر اس تحریر کی سیاحت سے دو چار بھی نہیں ہوئی تھی کہ دنیا میری نظر میں اندھیر ہو گئی۔ پہلے پہل جو مجھے نظر آیا وہ ایسی دلدوز خبر تھی کہ جس نے دل سے لے کر جگر تک خون کر دیا یعنی (آپ کی) ہمشیرہ کی وفات۔ میں اس جماعت سے نہیں کہ جب دوست سے جدائی رو پڑے ہو تو اس سے رسم و راء بھی فراموش کر دیں اور تعلقات کو بھلا بیٹھیں۔ مخدوم مرحوم وہی خاتون ہیں نا کہ جب ان کی طبیعت کی خرابی کی خبر کلکتے پہنچی تھی تو آپ کا دل بیٹھ گیا تھا اور آپ کے دل پر یکسر سراسیمگی چھا گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہے کہ ان کی وفات سے آپ کے دشمنوں پر کیسی قیامت گزری ہوگی۔ قادر مطلق آپ کو صبر عطا فرمائے اور دل کو توانائی اور رضائے الہی پر راضی ہونے کی توفیق عطا کرے۔ اور اس المیہ کو آپ کی کتاب زندگی میں غموں کا اختتام اور مصائب کا مقطع بنادے۔ میں سمجھ گیا کہ مولوی صاحب کو بوا سیر کی وجہ سے بہت تکلیف رہی ہے لیکن خدا کے کرم سے اب آرام سے ہیں۔ نیک لوگوں کے ان رہ نما کی غریب نوازیاں میری نظر میں ہیں اور میں ان کا دعا گو ہوں۔ میری طرف سے تسلیات پہنچائیے اور میری جانب سے یہ شعر پیش کر دیجئے۔

۔ گرچہ دورم از بساط قرب ہمت دور نیست

بندۂ شاہ شائیم و شاخاں شا

(ترجمہ) اگرچہ میں بساط قرب سے دور ہوں لیکن حوصلہ دور نہیں ہے

آپ کے بادشاہ کا غلام ہوں اور آپ کا شاخاں

معلوم ہوا کہ میرے مخدوم نئے علاقے سے خوش نہیں ہیں۔ اس انکشاف

حال نے ملال کی صحرا صحر اگر دل پر ڈال دی۔ خدا کے واسطے دل تنگ نہ ہوں اور کلکتے

کو غنیمت سمجھیں۔ اس پاکیزگی کا شہر اور ایسی شادابی کا بہارستان روئے زمین پر کہاں ہے۔ اس شہر کی خاک نشینی دوسری سرزمین کی سریر آرائی سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں متاہل نہ ہوتا اور پرورش عیال کا طوق میری گردن میں نہ پڑا ہوتا تو جو کچھ بھی ہے اس سے دامن جھاڑ کر اپنے آپ کو اس جگہ پہنچاتا اور جب تک زندہ رہتا اسی جنت میں رہتا اور ہندوستان کی ناگوار آب و ہوا کے دکھوں سے آرام پاتا۔ کیا کہنے ان ٹھنڈی ہواؤں کے اور کیا کہنے اس کے گوارا پانیوں کے۔ مبارک ہو وہ یادۂ ناب اور شاد باد وہ میوہ ہائے بخشش رس۔ چنانچہ غالب دہلوی کہتا ہے۔

۔ ہمہ گر میوہ فردوس پہ خوانت باشد

غالب آں لبہ بنگالہ فراموش مباد

(ترجمہ) اگر حیرے دسترخوان پر جنت کے سارے میوے بھی ہوں

(پھر بھی) غالب بنگال کے وہ آم بھلائے نہیں جاسکتے

نقطہ (۱۰)

میری زندگی اور میری جان

آپ کے گرامی نامہ کے چمکنے کے بعد میں اس فکر میں تھا کہ جواب تحریر کروں اور اپنا حال تفصیل سے لکھوں۔ کل کو ذی الحجہ کی چند رحوں تاریخ اور پیر کا روز تھا، اطلاع ملی کہ مجموعہ اخلاق کا شیرازہ زندگی بکھر گیا۔ میرے منہ میں خاک، مسٹر اسٹرلنگ نے جان، جان آفرین کو سپرد کردی۔ کاش میرے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیتے اور یہ صبح خراش خبر نہ پہنچاتے۔ اب کس سے غمخواری کی امید رکھوں اور دل

کو کس کی گردش چشم کے خیال سے تسکین دوں۔ وہ رپورٹ کہ مسٹر فرانسس ہاکنس نے مجھ کھٹنی اور سوختنی کے مقدمے کے بارے میں مرکزی دفتر بھجوائی ہے، کیا بتاؤں کہ کس قدر امید شکن اور غم افزا رہی ہے۔ مجھے میدان فنا کے اُس تیز گام کی مشکل کشائی پر بھروسہ تھا۔ مدعی نا انصاف نے (میرے) مقصد کی راہ میں جو فساد کی گرداڑائی ہے کیا بتاؤں کتنی نظارہ سوز اور چاٹکاء ثابت ہوئی ہے۔ میں اس کی حمایت کے ہاتھ کے سایے تلے آرام کی زندگی گزار رہا تھا۔ اب تو دونوں طرف سے آسمان دشمن کی کامیابی کے درپے ہے۔ کہاں کا مقدمہ اور کیسی رپورٹ۔

ازمن بنجست چہ پری کہ چہ حال است ترا

حال من حال سگاں ایں چہ سوال است ترا

(ترجمہ) مجھ تھکے ماندے سے تو کیا پوچھتا ہے کہ تیرا کیا حال ہے

میرا حال، کتوں کا حال (جیسا ہے) یہ تیرا سوال کیا ہے!

خدا را اس خط کے جواب میں تامل نہ کیجئے گا۔ حالات تفصیل سے لکھیے کہ اُس اعلیٰ نسب کو کیا پیش آیا اور اُس باغ انسانیت کے پودے کو کس آنندھی نے جڑ سے اکھاڑ دیا اور پھر اس کے بعد دفتر کا کیا اضمحام ہوا اور اُس جگہ کون آیا۔ آیا سمس فریزر صاحب بہادر نے سکرٹری کونسل کے عہدے پر اپنے پاؤں جما دیے یا اس منصب کے لیے کسی دوسرے کو تعینات کیا گیا۔ مزید کہ ان حالات میں آپ پر کیسی گزری ہوگی لکھنے سے گریز نہ کریں اور جس قدر جلد ہو سکے لکھنے۔ اگرچہ گرامی نامے نے مخدومی جناب مولوی خلیل الدین خان صاحب کے احوال خیر میں ترقی کی خبر دیکر قنبرا پر جنت کے دروازے کھول دیے ہیں لیکن خدا کی قسم وہ توانائی نہیں کہ لفظ لفظ

جوڑ کر مبارکباد کا ایک گلدستہ بناؤں۔ والسلام وهو خیر الکلام۔

نقطہ (۱۱)

قبلہ من

بارہا میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شاید مولانا سراج الدین احمد کلکتے سے چلے گئے ہیں ورنہ مجھ سے اس قدر اجنبی ہو جانے اور اتنی مدت کے دوران خط نہ لکھنے اور یاد دلا نہ کرنے کا کیا امکان تھا۔ پھر کہتا ہوں اگر ایسا ہی تھا تو بھلا انہوں نے مطلع کیوں نہیں کیا۔ کبھی دل میں یہ کھٹک ہوتی ہے کہ دوستوں کی دلدہی کے سبب مجھ سے اور میرے احوال سے صرف نظر کی ہے۔ خدا کی قسم کہ میرا دل اس قضیے میں گرفتار ہے اور اس امر کی گواہی نہیں دیتا۔ آپ کے دعوے کی سچائی، قول کی پختگی، مزاج کی ثابت قدمی اور طبیعت کی سنجیدگی مجھے اس دوسو سے روکتی ہیں۔ غرضیکہ زمانے کے طور طریق سے حیرت زدہ اور گردش لیل و نہار کا مارا ہوا ہوں۔ جناب مستطاب مولانا حضرت عبدالکریم صاحب کی عرضداشت آپ کے خط میں لف کر کے آپ کو بھیج چکا ہوں۔ امید اس بات کی تھی کہ نسیم بہار سے زیادہ دل فواز ایک جواب آئے گا اور طبیعت کو خوشی دے گا وہ بھی میسر نہ ہوا اور خیال خام ہو گیا۔ اپنی کامیابی اور ناکامی سے قطع نظر زمانے کے طور طریق کی بد نظمی پر حیران ہوں اور نہیں سمجھتا کہ خدا بڑے

۱۔ متن میں معلوم ہوتا ہے لفظ "یاد" نہ کیا ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

۲۔ متن میں "پتھ لئی ٹھم" لکھا ہے۔ ترجمہ "پتھ لئی ٹھم" کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

کیوں پھر گئے اور دستور کس سبب اٹھے ہو گئے۔ دو مہینے سے یہ سن رہا ہوں کہ مارٹن صاحب ریز یڈنٹ حیدر آباد دہلی کی ریز یڈنٹی کے لیے نامزد ہو گئے ہیں لیکن تاحال دہلی میں ان کے قدموں کی گرد نظر نہیں آتی۔ زمرہ حکام کے خواص کو بھی آگاہی نہیں کہ وہ نامعلوم شخص کہاں ہے اور اس کی آمد میں تاخیر کیوں ہے۔ دوسرے مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ مسٹر اسٹرنگ کے مرنے کے بعد دفتر پر کیا گزری۔ اس قدر واضح ہوا ہے کہ فی الحال سیمن فریزر صاحب سکرٹری کا کام کریں گے اور بس۔ خبر ہے کہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر اکتوبر کے مہینے میں ہندوستان آئیں گے۔ گزشتہ سال میں نے عجیب قیامت عملے کے لوگوں اور دفتر کے متعلقین میں دیکھی ہے۔ بلکہ اس ہنگامے ہی میں میں نے بھی اپنی کشتی طوفانِ بلا میں ڈال دی ہے۔ ابھی جناب نواب اعلیٰ صفات کی آمد کی خبر پر مجھے یقین نہیں آ رہا۔ کاش دادخواہوں کے زمرے میں میرا شمار نہ ہوتا کہ اس کشمکش سے آزاد زندگی گزارتا اور خوشی اور غم کو یکساں سمجھتا۔ کیا کروں کہ دل اس جھگڑے سے تنگ ہے اور میں بے بس ہوں۔ تمام پریشان کن خبروں میں سے ایک یہ ہے کہ جناب نواب گورنر بہادر نے ایک پرائیویٹ کونسل (کی تشکیل) کا فیصلہ کیا ہے اور رام موہن رائے اس کونسل کے ایک رکن ہیں۔ اگر حقیقت یہی ہے تو میرے حال پر خون رونا چاہیے۔ آپ کو بھی اس راز کی کوئی خبر ہے! ہم تن چشم حیرت ہوں۔ خاص طور پر اپنے مقدمے کے بارے میں کہ ابتدا میں کس صورت پر تھا اور اب کیا پیش آیا۔ میں نے مانا کہ اسٹرنگ کے نہ ہونے نے یہ خرابی کی بنیاد ڈالی لیکن دوسرے تمام اراکین کونسل تو وہی تھے کہ جنہوں نے ابتدا میں میرے مقدمہ کو

پردادہ (۱) درست دیا تھا۔ حاکم دہلی نے (اگر) میرے بارے میں بدگوئی (۲) کی تو سابقہ حکم کو (انہوں نے) کیوں فراموش کر دیا۔ خدا بھلا کرے یہ شعر کہنے والے کا۔

ناکامی و کامیابی ماسہل است

لغاتِ ادائے بے روشی (۳) می رنجیم

۔ ہماری کامیابی اور ناکامی معمولی بات ہے

(لیکن) ہمیں دکھ بے ضابطگی کی اداسے ہوتا ہے

خیال میں آنے والی باتوں میں سے عجیب ترین یہ ہے کہ وہ امر کہ جو فلاں بیک کی رسوائی اور بدنامی کا باعث ہوا تھا یعنی رشوت ستانی، آجکل اس شخص کے دور میں کہ میں جس کا مارا ہوا ہوں اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ نواب گورنر بہادر اس طرف توجہ کیوں نہیں دیتے اور خلیفہ خدا کو اس ظالم کے پچھے سے نجات کیوں نہیں دلاتے۔ دوسرے اس اتفاق کی آگ سے سلگ رہا ہوں کہ کلکتے کے دوستوں مثل نواب علی اکبر خان و مولوی ولایت حسن صاحب درائے رتن سنگھ سیما و جناب احمد بیک خان نے دو مہینے سے مجھے ایک سطر نہیں لکھی ہے۔ سواب کیا کروں اور ادا دے صرف نظر کرتے ہوئے کس سے اطلاع حاصل کروں اور کس طرح معلوم کروں کہ اس علاقے کا کیا احوال ہے۔ میرا زور تو آپ پر ہی چلتا ہے اور آپ کو میں نے صرف آج ہی نہیں بلکہ پہلے دن سے ہی صاحب دل اور روشن

۱۔ متن میں "پردادہ روائی" ہے۔ ترجمہ "پردادہ روائی" کے قیاس پر کیا گیا ہے۔

۲۔ سہاجی کے معنی ہی بدگوئی اور چٹل خدائی کے ہیں۔ اس کے ساتھ "بد کالا" لاحقہ ماضی ہے۔

۳۔ متن میں "بے روشی" ہے جبکہ درست "بے روشی" معلوم ہوتا ہے۔

ضمیر گردانا ہے۔ خدا کے واسطے اور اُس محبت کے واسطے سے کہ میرے اور آپ کے درمیان ہے رحم کیجئے اور مختصراً تمام احوال کہ جو آپ کو معلوم ہو مجھے لکھیے کہ دل شکستہ کو سکون ملے۔ والسلام۔

خط (۱۲)

قبلہ دیدہ دل خدا آپ کو سلامت رکھے

میں حیران اس امر پر ہوں کہ ایک اقبال مند جواں سال حاکم کی اچانک موت میں کیا حکمت تھی اور قضا و قدر کے دفتر اعلیٰ کے کارکنوں کو اس واقعہ سے کونسا عظیم نتیجہ نکالنا منظور تھا۔ اب معلوم ہوا کہ غالب بد بخت کی امید کو سیلابِ فنا میں بہا دینا مقصود تھا اور اس کی صورت نہیں نکلتی تھی بجز اس طوفانِ ہوش رہا کے ظہور کے۔ اس ابہام کی وضاحت یہ ہے کہ اُس خراب آباد کے حاکم نے کہ جسکو فرانسس ہاکنس کہتے ہیں فیروز پور کے جاگیردار کے ساتھ رشتہ محبت و الفت باندھ کر یہ چاہا کہ مجھے مرواڈالیں۔ (لہذا) اپنی مرضی کے مطابق ایک رپورٹ مرکزی دفتر بمبھوادی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ اختیار بالا ایک انصاف پسند فرشتہ خصلت حاکم کے پاس ہے جو انصاف پر کمر بستہ ہوگا اور رپورٹ کی اصلاح کرے گا۔ (لیکن) اتفاق یہ ہوا کہ رپورٹ کے کچھنے کے پانچ دن بعد میرے مرکز امید کو موت نے آلیا اور اسکی جہاں مین آنکھ بند ہوگئی۔ اب یہ نہیں معلوم کہ رپورٹ پر کیا کارروائی ہوئی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ رخصت ہونے کے دن میں اپنی معروضات کی فہرست پیش کر کے روانہ ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ (میری معروضات) رپورٹ کو سامنے رکھ کر ملاحظہ کی جائیں۔ (لیکن) وہ بھی مکان

عدم کے نہ خانے میں بیٹھی رہ گئیں۔ کیا جانوں کہ میرے بڑے نصیب نے وہاں
 میرے ساتھ کیا کیا۔ اس جگہ اسٹنٹ ریزیدنٹ صاحب نے مجھے بلایا اور کہا کہ
 مسٹر فرنس ہاکنس صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہماری یہ تجویز ہے اور ہم نے یہی حکم
 دیا ہے کہ نصر اللہ خان کے متعلقین فیروز پور کے چاکیردار کی پیش کی ہوئی سند کے
 مطابق پانچ ہزار روپے سالانہ جس طرح ماضی میں حاصل کرتے رہے ہیں آئندہ
 (بھی) پاتے رہیں گے۔ میرے بیروں تلے سے زمین نکل گئی اور انتہائے حیرت میں
 پاگل ہو گیا کہ یہ بندہ خدا کیا کہتا ہے۔ اس پانچ ہزار کی بابت تو میں نے خود کونسل کو
 بتلایا تھا اور اس (رقم کی) مقدار پر اپنی ناراضی کا اظہار کر کے ہی تو میں نے فیصلے کا
 طلب کیا ہوں۔ سابقہ کونسل کی تجویز کا کیا ہوا اور مرکزی دفتر کے حکام کو کیا پیش آیا۔
 کرلے مانگم صاحب کی سند پر مندرجہ دس ہزار روپے کون لے گا؟ خدا کی قسم اس وقت
 شش جہت سے چارہ جوئی کے دروازے بند ہیں اور دنیا مجھے اپنی مخالف نظر آ رہی
 ہے۔ میں نے چاہا ہے کہ ایک عرضداشت نواب گورنر جنرل بہادر کے ذریعے
 سیکن فریئر بہادر کی خدمت میں ارسال کروں تاکہ اُس کا ترجمہ کونسل کی نظر سے
 گزرے اور صاحبان صدر کو میرے احوال کی خبر ہو اور اس کام میں مولوی صاحب اور
 آپ کی عنایت چاہیے کہ کام رواں ہو جائے۔ چونکہ ڈرتا ہوں کہ اُس بزم میں بھی
 ایک ظالم میرے خون کا پیاسا ہے امید کرتا ہوں کہ مولانا کی خدمت میں آپ خود بھی
 اپنی جانب سے عرض کر دیں گے کہ اسد اللہ رحم کا سزاوار ہے اور آپ کا غلام و
 خدمت گار ہے۔ دشمن کے بالتقابل کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اس کی عرضداشت
 انگریزی میں ترجمہ ہو کر کونسل میں پیش ہو جائے۔ بلکہ اس کا کچھ ابتدائی حال صاحب

سکرٹری کے بھی گوش گزار کر دینا چاہیے تاکہ ایک ناکام کا خیال کریں اور ایک داماد کو پہچانیں۔ فقط۔

خط (۱۳)

قبلہ من

جب میں نے سنا کہ آپ کلکتہ پہنچ گئے ہیں تو خدا کا شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا سپاس ادا کیا۔ میں اپنی صفائے ارادت پر ناز کرتا ہوں کہ جناب کے محبت نامہ کے نہ آنے کو بیگانگی اور فراموشی پر محمول نہیں کیا ہے اور آپ کو معاف رکھا ہے۔ کونسل کی عدالت میں میری عرضداشت کے پیش ہونے اور جاگیر دار فیروز پور کی پیش کردہ اصل سند کی جلی یا دوسرے (متعلقہ) حالات کا آپ کو علم ہوا ہوگا بلکہ اس سند کے پہنچنے اور اس خط کے ورود سے پہلے مصطفیٰ کی تجاویز کا اندازہ بھی آپ کے ملازمان اعلیٰ کے لیے نظر افروز ہوا ہوگا۔ یہ معلوم کر کے کہ نواب گورنر بہادر گیا رحویں اکتوبر کو ہندوستان روانہ ہو گئے ہیں اور پرنسپ صاحب نے محکمہ سکرٹری میں فتحمدی کے ساتھ قدم رکھا ہے ایسی حیرت میں ڈال دیا ہے کہ جس کی گتھی سرکاری اہلکاروں کی توجہ کے ناخن کے کھولنے کے لائق ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مستقل یہ خبریں آتی رہیں اور عوام میں پھیل گئیں کہ فارسی اور انگریزی کے دفاتروں میں الحاق ہو گیا ہے اور ان دونوں دفاتر کی افسری کے لیے مسٹر سوکن بہادر کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس صورت حال میں جناب سمن فریزر بہادر کو کیا پیش آیا اور ان کی ذات بابرکات اب کس دربار میں رونق افروز ہوئی۔ دوسرے یہ کہ صاحبان والا شان میں سے ایک نے بتایا کہ کرنل الماک

اس جہان سے کوچ کر گئے۔ مرزا ابوالقاسم خان اور آغا محمد حسین کے حال پر افسوس اور اس سے بڑھ کر اپنی زندگی پر افسوس کہ فلاں بیک کلکتے میں آگ بھڑبھڑانے میں مصروف اور میں اس شہر بے شہر یا رہ میں پتھروں سے سر پھوڑ رہا ہوں اور ناکامی میں جان دے رہا ہوں۔ کوئی میری آہ و بکا نہیں سنتا۔ کیا کہوں اپنے نصیب سے کس قدر شاکس ہوں اور جھوم غم نے مجھے کیسا بد حال کر دیا ہے۔ ایک مخلوق میرے آزار کے درپے ہے اور ایک دنیا میرے خون کی پیاسی ہے۔ اگر آپ کا پیور پہنچ گئے ہیں اور اپنے دولت خانے میں آسودہ ہیں تو خدا کے واسطے کلکتے کا حال مفصل لکھئے۔ والسلام۔

خط (۱۴)

قبلہ من

آپ کے نامہ دل فزا کے ورد نے روح کو تازگی سے نوازا اور دل کو نور علم سے منور کر دیا۔ مجھے آگئی ہوئی کہ میں بے کس نہیں ہوں۔ میرا بھی کوئی ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اور آپ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں۔ آپ کی اپنی ذات اور کارخانوں کی بے رونقی کے باعث دل کو یک گونہ ملال ہوا۔ خدائے بخشنده آپ کو کہ (اپنے) عہد کے ٹیکوں میں سے ہیں بلند مراتب پر پہنچائے اور جس قسم کا انقلاب بھی رونما کیوں نہ ہو تازہ ترنگی پر فائز گردانے۔ امید کرتا ہوں کہ جناب عالی دنیا کے خوش اور ناخوش کو اس کا اعتبار دیکر اپنا چہرہ خلق خدا کی طرف اور دل اللہ کی جانب رکھیں

کے۔ خدا کی قسم کہ جب کبھی آپ کی کثرتِ اخراجات اور حالاتِ زمانہ پر نظر پڑتی ہے تو دل آپ کے لیے جلتا ہے۔ خاص طور پر جس وقت میں اس سفر کے مصائب و شدائد کا جو آپ نے کیا ہے، جائزہ لیتا ہوں۔ لیکن خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ خیریت کے ساتھ اپنے دولت خانے پہنچ گئے اور راستے کی صعوبت تمام ہوئی۔ دوسرے گرامی نامہ کے لکھے ہوئے حالات پورے طور پر معلوم ہوئے۔ اپنے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ میں محروم نہ رہوں گا اور میری داورسی ہوگی چونکہ میں صرف حقیقی حق کے ظہور کا طلبگار ہوں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ کتنی بھی تحقیقات کیوں نہ ہو مطلب کے مطابق اور میری آرزو کے حق میں ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے شروع ہی میں سرکار کے دفتر کو گواہ بنایا ہے اور مرکزی دفتر کے حکام نے جناب مالکم صاحب بہادر کے خط کو محکمہ ریزنڈنٹی دہلی میں بھیج دیا ہے اور میری پرورش کے اخراجات کی مقدار اس تحریر کے مطابق متعین کی ہے۔ بہر طور معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ مرکزی دفتر کے حکام نے مدعی علیہ کی ارسال کردہ سند کو مالکم صاحب کے پاس بھیج دیا ہے، مذکورہ چٹھی کو بھی اس سند کے ساتھ ہی بھیج دیا ہوگا۔ یہ صورتِ احوال میرے لیے خوش خبری ہے کہ میرا داغ مرہم تک اور میرا مرض دوا تک پہنچ گیا۔ یہاں مشہور ہے کہ مالکم صاحب بہادر ولایت چلے گئے ہیں۔ شاید ابھی روانہ نہ ہوئے ہوں جو کچھ مرزا احمد بیگ صاحب قبلہ و کعبہ کی جانب سے تحریر تھا گوشِ ہوش کا آئینہ بن گیا۔ جناب عالی میرا حال نہ پوچھنا اور مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق حکم صادر کر دینا مقدمہ کا ایک طرف فیصلہ ہے اور یہ محبت کے قانون کے خلاف ہے۔ پہلے تو میں یہ عرض کروں کہ میں مرزا صاحب کو کس قدر

چاہتا اور ان کا کیا مرتبہ سمجھتا ہوں۔ اور اس کے بعد اپنی شکستہ دلی کے سبب کی وضاحت کروں گا۔ میرا خدا بہتر جانتا ہے اور مجھے اس کے عظمت و جلال کی قسم ہے کہ میں احمد بیگ خان کو بغیر کسی لگی لپٹی کے نصر اللہ بیگ خان کی طرح اپنے بزرگوں میں سے شمار کرتا ہوں اور میرزا کے سامنے اپنے اور حامد علی کے درمیان فرق نہیں کرتا۔ اور کبھی بھی کوئی ایسی بات کہ دوسو سے کا باعث ہو احمد بخش خان کی طرف سے میرے گمان کے قریب بھی ہو کر نہیں گزری۔ میں نے اس قدر سمجھ لیا ہے کہ جب میں نکلنے میں نہیں ہوں تو فلاں بیگ نے میری غیبت میں تنہائی میں اور سر بزم اپنے مطلب کے موافق باتیں کی ہوں گی۔ اور اپنی بہن کے چودو یعنی حاجی فلاں کو احباب کے بیچ اونچی قیمت پر فروخت کیا ہوگا۔ اور اس کو لوگوں کی نظر میں با وقعت بنا کر سراہا ہوگا۔ اور مرزا صاحب نے اس کی بے سرو پا کہانیوں پر یقین کر کے اور کچھ نہیں تو اس قدر ضرور سوچ لیا ہے کہ خواجہ حاجی فلاں کا استحقاق بنتا ہے اور اسد اللہ ظلم کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ تلخیص حق کرے اور حقوق کے تلف کرنے میں کوشاں ہو۔ حالانکہ واللہ باللہ شہ تاللہ۔ ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے حاجی فلاں اور فلاں بیگ کا مکمل حال نہیں بتایا ہے۔ اور مصلحت نے مجھے ان کہانیوں کے سنانے سے روک رکھا ہے ورنہ حاجی فلاں نے تو نصر اللہ بیگ خان کے خاندان کے ساتھ وہ (سلوک) کیا ہے جو یزید نے آل رسول سے۔ (یہ بات) صرف میں تنہا نہیں کہہ رہا بلکہ دنیا اس دھوے کی گواہ ہے۔ دہلی سے اکبر آباد تک ایک لاکھ آدمی اس دور میں (ایسے) ہیں کہ جو کچھ کہ میں کہہ رہا ہوں اس سے واقف ہیں۔ قصہ مختصر ان وسوس کے باوجود کہ جو مجھے فلاں

بیک کی طرف سے تھے میرا دل مرزا بیک سے کھٹا نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب فلاں بیک نے اپنے خواہرزادوں کی طرف سے اپنے حق میں سفارش، بکھواسی اور کونسل میں فساد کی کرداشائی اور مجھے یہ ساری باتیں باہر سے معلوم ہوئیں تو میں نے کہا کہ بھلا اس کا کیا امکان ہے کہ مرزا صاحب ان تمام امور سے واقف نہ ہوں اور یہ علم ہوتے ہوئے انہوں نے مجھے کیوں نہ آگاہ کیا سخت مایوس ہوا اور میں نے کہا :

دل بر جفا نیم کہ بجز صبر چارہ نیست

اکتوں کہ دوست جانب دشمن گرفتہ است

(ترجمہ) میں جفا پر راضی ہوتا ہوں کہ بغیر صبر کے چارہ نہیں ہے

ان حالات میں کہ دوست (ہی) دشمن کا طرف دار بن گیا ہے

اللہ کا شکر ہے کہ میں قول کا سچا ہوں اور میرے دل اور زبان میں ہر بات میں یکا نکلت رہی ہے۔ میں نے اپنی محبت اور اس محبت کے درجے کو کہ مرزا صاحب سے مجھے رہی ہے ٹھیک ٹھیک بیان کیا ہے اور وہ شکوہ بھی کہ جو میرے دل میں ان کی طرف سے تھا معاف پنے گمان کے بے کم و کاست بیان کر دیا ہے۔ اب اگر طریق مہر و وفا کے مطابق میں خطا کا را اور مجرم ٹھہرتا ہوں تو مجھے سزا ملنی چاہیے اور اگر میں رحم کا سزاوار ہوں تو مجھے میری تقصیر کی معافی کی نوید (ملنی چاہیے)۔ میرا پورا حال مرزا صاحب کی خدمت میں بیان کر کے کہا جاسکتا ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کو اپنا سا بچا اور بزرگ معنوی سمجھتا ہوں اور مجھے خطا کے دیر سے پہنچنے کی شکایت نہیں ہے بلکہ میں اس خیال سے پریشان

۱۔ متن میں ”رشتے“ لکھا ہے۔ جو سیاق و سباق کے مطابق نہیں معلوم ہوگا۔ بہر صورت معلوم سفارش کا ہی لگتا ہے۔

اور اس گمان میں گرفتار ہوں۔ اور قسم بخدا کہ جب کبھی کہ وہ شکایت کے وجود پر نظر ڈالیں گے تو میری یکاگمت، راستبازی، صاف دلی اور پاک باطنی پیشتر (۱) سے پیشتر ظاہر ہوگی۔ زیادہ نیاز۔

خط (۱۵)

میرا سراپا آپ کے سراپے پر قربان ہو جائے
 بہت دنوں سے آپ کے دلتواڑ خطوط نہیں پہنچ رہے ہیں اور مجھے شک ہے خاطر کر رکھا ہے۔ بالآخر نواب مبارک اوصاف اس جگہ آپہنچے اور مجھے دوسرے حاکموں کے کہنے سے چھڑا دیا۔ اس احوال کی تفصیل احمد بیگ خان کے نام کے خط میں کہ اس میں بھی ضمنی طور پر روئے سخن آپ کی طرف ہے، تحریر کر دی گئی۔ غالباً آپ کی رائے عالی سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔ لیکن جو کچھ بھی لکھا گیا ہے، بگو اس ہے اور جو کچھ اب لکھا جا رہا ہے وہ راز ہے۔ جو تحریر کیا جا چکا ہے، وہ خبریں ہیں اور جو رقم کیا جا رہا ہے وہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش ہے۔ ظاہر ہے کہ پریشان حال غرض مند صرف خبروں سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کرنے میں الجھا رہتا ہے۔ نواب جہانیاں مآب کا التفات ارکان کونسل کی توجہ کی غمازی کرتا تھا۔ یقیناً اگر میرا استحقاق کونسل عالیہ پر ثابت نہ ہوتا تو کونسل کا رکن رکین میری طرف محبت سے نہ دیکھتا اور میرے حال زار کی طرف اتنی توجہ نہ کرتا۔ خدا کے واسطے اس ضمن میں کوشش کریں اور اندر کی بات معلوم کریں اور اس سے مجھے آگاہ کریں۔ آخر کاغذوں کی یہ

۱۔ دراصل یہ "پیشتر از پیشتر" ہے جو لفظ العام ہو کر "پیشتر از پیشتر" ہو گیا ہے جو متن میں ہے۔

جیاری اور لشکر کو ان کی ترسیل اُس دنیا کی باتیں تو نہیں کہ انسان سے پوشیدہ رہ سکیں۔
 سننے میں آ رہا ہے لشکر بچے پور نہیں جائے گا اور سیدھا جمیر چلا جائے گا۔ اس سے بڑھ
 کر یہ کہ لوگ کہتے ہیں گورنر بہمنی وہاں پہنچ رہا ہے اور آسمان جہانپانی کے یہ دونوں
 ستارے (ایک برج میں) جمع ہو کر تجویز شدہ نئے قوانین کو مکہری نظر سے دیکھیں گے
 اور ایک دوسرے کے تعاون سے اُن کے اجرا کا بندوبست کریں گے۔

نقطہ (۱۶)

خدا آپ کو سلامت رکھتے اور طویل عمر دے
 میرے محسن اگر عنایت کے بدلے میں میں آپ کی تعریف کروں اور ہر
 مہربانی کے لائق اس کا شکر یہ بھی ادا کر دیا جائے تو سلسلہ سخن کہیں منقطع نہیں ہوگا اور
 دوسرے مطالب کے اظہار کی گنجائش نہیں رہتی۔ ناچار اس گفتگو کو میں نے کام و زبان
 سے دل و جان کے سپرد کر دیا ہے اور اپنے آپ کو آپ کی جگہ تصور کیا ہے۔ اے میری
 زندگی اور اے میری جان! اپنی زندگی اور آپ کی جان کی قسم کہ اس زار نالی اور قضیہ
 آرائی سے میرا مطلب سچی بات کا ظاہر کرنا ہے نہ کہ مصلع کاری کی باتوں کا جمع کرنا۔
 انصاف بالائے طاعت۔ اپنی جیب سے کوئی سند نہیں نکالی ہے اور کوئی دستاویز بھی
 اپنی عرضداشت کے ساتھ پیش نہیں کی ہے۔ اب تو یہ ارادہ ہے کہ اگر حکام حقیقت
 سے چشم پوشی کرتے ہیں تو فقیروں کی طرح ان کے دروازے پر پہنچ کر اپنا درد دل ایسے

۱۔ متن میں ”منقطع نہ نشود“ ہے ظاہر ہے اس میں ”نہ“ لڑا نہ ہے۔

لن میں ادا کروں کہ ہوا میں اڑتے پرند اور پانی کی مچھلیاں بھی میرے حال (زار) پر رونے لگیں۔ ادھر ادھر کی خبروں سے تطفن طبع کے لیے ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔ نواب اعلیٰ القاب میرے مقدمے کے کاغذات منگلہ ریزیلٹنی سے اپنے ساتھ لے گئے اور اب انہوں نے مجھے سے وہ کاغذات (بھی) کہ جو مجھے میں موجود تھے وہاں سے طلب کئے ہیں۔ فرماتے تھے کہ کلکتے سے کاغذات کے پہنچنے کے بعد مسل کو ترتیب دے کر اور مناسب حکم کا اجرا کر کے اس حکم کی نقل دفتر خاص سے دادخواہ کو ارسال کر دی جائے گی اور ان تمام منازل کا انکشاف دسویں دسمبر کو ہوا ہے (لیکن) آج تک کہ مارچ کی چند رہویں ہو گئی ہے اس ضمن میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا ہے کہ جس کی اطلاع دی جاسکے۔ اور نہ ہی کمپ دفتر سے کوئی خبر آئی ہے کہ بتائی جاسکے۔ وہ احباب کہ جو کمپ دفتر میں ہیں اتنا بھی نہ کر سکے کہ کاغذات کے پہنچنے اور مسل کے مرتب ہونے کی اطلاع ہی دے دیئے (عرضداشت) قبول ہو جانے اور توقعات کی خوش خبری تو پھر دور کی بات ہے۔ اس سر زمین کی پرانگندہ خبروں میں یہ کہ بارلس بہادر سپہ سالار دہلی پہنچ گئے اور انہوں نے کشمیری دروازے کے باہر ایک میدان میں کہ نواب گورنر بہادر کی خیمہ گاہ تھا پڑا کوڑا لا اور مارچ کی دسویں کو بختے کے دن یہ تین صاحبان شاہ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بارلس بہادر سپہ سالار گورنر مایم مارٹن بہادر رسیڈنٹ دہلی اور ولیم فریزر کمشنر دہلی۔ ان سب میں سے سپہ سالار کو عطائے خلعت مای مراتب اور نوبت جیسے سپہ سالاری کے لوازمات سے سرفراز کیا گیا۔ اور مختتم الدولہ سیف الملوک خان عالم خان بہادر سپہ سالار سر ایڈورڈ بارلس بہادر شجاعت جنگ خطاب پایا۔ اور دوسرے دن اتوار کے روز میرٹھ روانہ ہو گئے۔ دوسرے ولیم

مایم مارٹن بہادر کو خلعت شش پارچہ اور عطر و پان بطریق رخصت عنایت ہوا اور وہ رخصت ہوا۔ کل اتوار کے دن شام کے وقت ڈاک (حیرو) پاگلی میں اندر چل دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اندور کی اجنبی پر تعینات ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ولیم فریزر بہادر کمشنر دہلی کو خلعت عطا ہوئی اور مدبر الدولہ انتظام الملک صفوت یار خان ولیم فریزر بہادر صلاحت جنگ کے خطاب سے نوازا گیا۔ کہتے ہیں کہ دہلی کی ریز یڈنٹی کمشنر دہلی کو دیدی گئی۔ اب یہ دونوں فرائض ایک ہی صاحب والا شان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ریز یڈنٹی کا عملہ بدستور ہے۔ تادم تحریر کسی قسم کی چھاننی یا تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ یہ مشہور ہے کہ اب راجگان کا تعلق اس شخص سے ہوگا کہ جواجمیر میں (مقیم) ہے اور وہ بھی اس طریقے سے کہ سننے والے اس معاملے میں لاچار ہو گئے ہیں یعنی مہاراجہ صرف اجیمیر کا ہوا کرے گا اور باقی ماندہ راجگان میں سے کچھ دہلی سے وابستہ ہوں گے۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی ہے کہ جن کے احوال سے لوگ پریشان ہیں (سوان کو) نہ ہی دہلی سے متعلق سمجھتے ہیں اور نہ اجیمیر کی جانب ہاتھتے ہیں۔ دوسری خبر یہ ہے کہ نواب

عالی جناب چودہ مارچ کو متحرا اپنے آپ ہیں اور آج پندرہ مارچ تک اس ہی جگہ آرام پذیر ہیں۔ اور کل کہ سولہ مارچ ہے کوچ کریں گے اور منزل پہ منزل سفر کرتے چوبیس مارچ کو دہلی پہنچیں گے۔ معلوم اس واپسی کا کیا مقصد ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مرحلے پر شاہ دہلی سے ملیں گے۔ اور دونوں طرف کی گرومال بیٹھ جائے گی۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نواب عالی جناب دو تین دن دہلی میں قیام کر کے ملک کی بے انتظامی کا ازالہ کریں گے اور نئی بنیادیں رکھیں گے مناسب احکامات جاری کریں گے اور راجستھان کے لیے کوئی نیا طریق انتظام اختیار کیا جائے گا۔ اور جنرل لارڈ لیک بہادر کے عہد کے

جاگیرداروں کو عاصہ کے شکنجے میں کھینچا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں میرا حق (۱) خوابیدہ بھی تسلیم کر لیا جائے اور میری انصاف طلبی صحیح ذکر پر آ جائے۔

(خط (۷۱)

یہ نیم جان کہ مجھ میں ہے آپ کے سراپا پر قربان ہو جائے

میں نے یکے بعد دیگرے دو خط آپ کو بھیجے ہیں۔ پہلے خط میں تو ایک تدبیر بتائی ہے اور دوسرے میں اس ہی تدبیر کی بنیاد فراہم کی ہے۔ جب کام میں نے آپ کے حوالے کر دیا اور اس کی چارہ جوئی میں آپ مجھ سے زیادہ طاقتور اور کار ہر آری میں مجھ سے زیادہ محکمہ ہیں تو میں کیوں بکواس اور ہرزہ گوئی کرتا رہوں۔ جو رائے میں نے دی ہے اور جو دھاگا میں نے بنا ہے خدا کرے کہ آپ کی عقل روشن اور فکر رسا اس کو سعادت کے ساتھ قبول کر لے۔ جناب من آج جمعہ اپریل کی تیرھویں تاریخ ہے۔ خط لکھنے کا غد اور روشنائی استعمال کرنے اور انشا آرائی کی اتنی مہلت ملی ہے کہ دل کی بات کا فخر تحریر کر کے نوک قلم کو تھکا رہا ہوں اور روئے صفحہ سیاہ کر رہا ہوں۔ واضح ہو کہ نواب اعلیٰ القاب بتاریخ ۲۶ مارچ اس شہر میں پہنچ کر اندرون شہر ریزیدنٹی کی کوٹھی میں اترے ہیں۔ اور دو روز بعد لشکر اور لشکر کے بازار کو اٹھ جانے کی اجازت دیکر لوگوں کو چھٹی پر روانہ کر دیا ہے۔ مولوی محسن صاحب راقم کے محکمہ میں دو دن اور رات گزار کے اور اپنی پسند کے مطابق ریزیدنٹی کی کوٹھی کے نزدیک اپنی پسند کا ایک

۱۔ متن میں "خون خوابیدہ من پیدا گرد" ہے۔ بہارِ غم کے مطابق خونِ غلغلو کے معنی ہیں وہ خون بہا جو راسخ کر دیا گیا ہو۔ غالب نے بھی اپنے حق کو ایسے غلوں بہا سے تعبیر کیا ہے۔

مکان کراہے پر لٹکر چلے گئے ہیں۔ میرا احوال یہ ہے کہ اب اہل دفتر سے معلوم ہوا یعنی یہ کہ پرنسپ صاحب نے غالب سرگشتہ کے مقدمے کے کاغذات مرکزی دفتر کے حکم کے مطابق جمع کر کے مسل مرتب کر لی ہے۔ لیکن وہ سارے کاغذات تاحال طاق نسیاں پر گلدستے کی صورت ہیں۔

خط (۱۸)

میری ضرورتوں کے قبل اور میری تمناؤں کے مرکز خدا آپ کو سلامت رکھے۔
 آپ کا گرامی نامہ پہنچا اور مرزا احمد کی دائمی جدائی کی خبر پہنچائی۔ سبحان اللہ میں کس قدر سخت دل اور سخت چان ہوں کہ مرزا احمد کی تعزیت کا خط لکھ رہا ہوں اور میرے وجود کے اجزا بکھر نہیں رہے۔ کہتے تھے کہ دہلی آؤں گا۔ وعدہ فراموش بے مروت نے راستہ ہی بدل دیا اور ناقہ کو دوسری منزل کی طرف ہانک دیا۔ مانا کہ دوستوں کی دل دہی عزیز نہ تھی بھلا اپنے خورد سالوں کی طرف توجہ کیوں نہ کی اور ان کے سر سے اپنا سایہ کیوں اٹھا لیا۔ ہائے اس کے دوستوں کی بے یاری اور افسوس اس کے بچوں کے بے پدری۔ ہر چند مرگ پر داویلا نہیں کیا جاسکتا اور جامہ زندگی کے تار و پود کے بکھرنے کا کوئی علاج نہیں لیکن انصاف بالائے طاعت ابھی احمد بیگ مرحوم کے مرنے کا وقت نہیں تھا۔ (بھلا) اتنا صبر کیوں نہ کیا کہ میں کلکتہ پہنچ کر اس کا چہرہ دوبارہ دیکھ لیتا۔ اتنا تامل کیوں نہ کیا کہ حامد علی جوان ہو جاتا اور کام اس کی عقل کے مطابق چل نکلتا۔ ہائے یہ کیا بکواس کر رہا ہوں اور یہ کیا قصہ ہے کہ سنار ہا ہوں اور (قرآن) ”جب ان کی اجل آتی ہے تو نہ ایک گھڑی آگے ہوتی ہے اور نہ ایک گھڑی

پیچھے۔۔۔ مجھے اپنی اور اپنے ایمان کی قسم کہ مرحوم کے کاروبار کی یہ ساری خرابی باوجود اس
 بعد مسافت کے میری نظر میں ہے۔ اور یہ (بھی) دیکھ رہا ہوں کہ حامد علی خان کم
 عمر ہے اور ہو سکتا ہے کہ عقلمند باپ کی مالی حیثیت کے علم سے اور ادھر ادھر بکھری ہوئی
 رقوم کے جمع کرنے کی استعداد نہ رکھتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ سرمایہ جمع
 کر لے تو اپنے زیر دستوں پر ظلم کرے اور اپنے بھائیوں کو بیکار اور ناکارہ چھوڑ
 دے۔ ان حالات میں لازمی ایک ایسا عقلمند اور حق شناس امین چاہیے کہ جو مسئلہ کا حل
 تلاش کر سکے اور جو ان بے باپ کے بچوں کی غم خواری اپنا فرض سمجھے اور انصاف و
 امانت داری کے طریقے سے اس وادی میں گامزن ہو۔ اور دوستوں میں سے کوئی شخص
 ان تمام خصائص کا حامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود میرزا مرحوم کے اعزہ اور اقربا
 میں سے نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ فشی امیر صاحب اس ضمانت و کفایت کے لائق ہیں
 چونکہ حامد علی خان کی والدہ سے ان کا سہمی رشتہ ہے۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ
 میرزا مرحوم عقلمند اور کام سمجھنے والے آدمی تھے۔ قوی امکان ہے کہ کسی قابل اعتماد شخص کو
 وصی بنا کر سارے امور کسی امین کی ضمانت کے سپرد کر دیے ہوں۔ خدا کے واسطے ان
 لوگوں کی پہچان پر نظر رکھیے اور ان سے غفلت نہ برتی جائے۔ خدا کی قسم کہ احمد بیگ
 خان کے پس ماندگان کی ضروری عین فرض اور فرض عین ہے آپ پر بھی اور مرزا
 ابوالقاسم خان پر بھی۔ اللہ تعالیٰ حامد علی خان کی والدہ کو شفا عطا فرمائے اور بے باپ
 کے بیٹوں پر سلامت رکھے۔ حکیم قاسم خان اور مرزا احمد بیگ خان کی بہنوں کو چارو
 ناچار اطلاع دیدی گئی۔ (انہوں نے) بیماری کی حالت میں کوئی عبادت کی رسم ادا کی
 تھی کہ اب تعزیت کا حق ادا کریں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ دہلی کے لوگوں کی فطرت

میں حیا و شرم نہیں ہے۔ اُس خط کا جس کے ذریعے میرزا کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع دی تھی جواب لکھ دیا ہے اور حکیم صادق علی خان کے پاس خود جا کر میں نے آپ کے نام کا خط ان کے حوالے کیا ہے اور تاکید کر دی ہے کہ جب آپ میرزا کو خط بھیجیں تو یہ خط بھی اُس ہی میں رکھ دیں۔ چند دن کے بعد پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے میرزا کی بہن کو ان کی بیماری کا حال بھی بتایا ہے پر سس حال اور عیادت تو دور کی بات ہے اور چونکہ خود کوئی خط میرزا کو نہیں بھیجا ہے تو بھلا وہ خط کہ آپ کے نام نای کا تھا اس کو کون پوچھتا ہے۔ خون میں تر پتے ہوئے اور اس خیال کے ڈر سے کہ آپ اس رو سیاہ کو کوتاہ قلم اور بے پروا خیال کریں گے لڑتے ہوئے چاہتا تھا کہ ایک اور ورق بھی اپنے چہرے کی طرح سیاہ کروں اور آپ کو علیحدہ بھیجوں کہ اتفاق سے گیارہ حوالہ جمعرات کے دن صبح کے وقت سو کر اٹھا اور ہاتھ منہ بھی ابھی نہیں دھویا تھا کہ ڈاکیہ آیا اور اس نے مجھے آپ کا خط دیا۔ اس خط کے آنے کی ہیبت سے میرا دل خود بخود کاپٹنے لگا گویا میرے دل میں کسی نے یہ بات ڈال دی ہو کہ میرزا احمد کا انتقال ہو گیا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے خط کھولا اور وہی نظر آیا جو میں سمجھ گیا تھا۔ اللہ بس باقی ہوں۔ مرزا ابوالقاسم کی خدمت عالی میں سلام کہ جو ایک غم زدہ دوسرے غم زدہ کو اور پیام کہ جو ایک ماتم زدہ دوسرے ماتم کو بھیجتا ہے پہنچائیں۔ اور کریم خان صاحب کو سلام عرض کریں اور میری جانب سے سلام کے بعد بہت سی پرسش احوال کریں۔ دل کے سوز و گداز کے اظہار کے بعد کہ وہ بھی بے صبری کی نشانی اور انسانی ضرورت ہے اب دنیا داری کی بات کی جاتی ہے اور موت کے غم کی تفصیل کے بعد غم زندگی کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔ سبحان اللہ زندگی گریز پا موت گھات میں 'فرصت نایاب'

حیات مختصر اور دل ہوس سے بڑھ اور دماغ حرص سے مامور اور ہم موت سے غافل۔
 اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ پندرہ مارچ جمعرات کے دن لکھا گیا۔

خط (۱۹)

میری جان آپ پر قربان

میں آپ سے (۱) یہ چاہتا ہوں کہ آپ حامد علی خان اور مرزا احمد بیگ کے دوسرے بیٹوں کا حال لکھیں۔ حامد علی خان نے مجھے خط لکھا ہے جس میں سوائے نالہ و فریاد کے (اور کچھ نہیں)۔ نہ اپنا اور نہ اپنی والدہ کا کچھ حال لکھا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ مجھے خان صاحب مخدوم اور مظہر اشتیاق سے خطاب کیا ہے اور وہی القاب کہ مرزا (مرحوم) لکھتے تھے تحریر کیا ہے۔ افسوس۔ افسوس۔ ع۔ عرفی چند نشیمن کہ یاراں رکھد۔

(ترجمہ) عرفی تو کیسا بیضا ہوا ہے جب کہ (حیرے) دوست جاچکے ہیں۔ میری جان کی قسم کہ میرا دل دنیا سے بھر چکا ہے اور اب (۲) سیر و سیاحت کی طرف مائل ہے۔ اس تاک میں ہوں کہ یہ مقدمہ بازی ختم ہو تو یکدم اس قید سے نکل بھاگوں اور بے سرو پا دنیا میں گھومتا پھروں اور جب تک زندہ ہوں خدا کی صنعت کی نشانیوں کا تماشا کی رہوں۔

۱۔ ”اڑھا آں می خراہم“ بظاہر اردو محاورے ”آپ سے یہ چاہتا ہوں“ کا ترجمہ ہے۔

۲۔ ”مقن میں“ ”لم بر فقیر و سیاحت گرم گشتو است“ ”تجکبد و ست“ ”لم بر سیر و سیاحت گرم گشتو است“ درست معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

ہر لفظ دل پہ سونے بیاباں کھد مرا

آب و ہوائے شہر بہمن سازگار نیست

(ترجمہ) ہر لمحے دل مجھے بیاباں کی جانب کھینچتا ہے شہر کی آب و ہوا مجھے راس نہیں آتی۔

خط (۲۰)

اے میری پناہ اے میرے مخدوم

مئی کی سولہویں تاریخ تھی اور شمعیں اور چراغ جلانے کا وقت تھا کہ چہرہ اسی آیا اور مجھے اجنٹ بہادر کا خط دیا۔ میں نے نقد و نظر کے ترازو پر جانچا تو اس کو شاہنامے سے بھی زیادہ قیمتی پایا۔ اب جو لفاظہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں جناب ولیم بہادر صاحب کا خط بھی ملخوف ہے۔ اجنٹ صاحب کے خط کا مضمون یہ کہ سکرتھر صاحب کا خط بھی اس کے ساتھ پہنچ رہا ہے جو مقدمے کے فیصلے کی کیفیت کی وضاحت کرے گا۔ سکرتھر صاحب کے خط کا مضمون یہ کہ ہائکس صاحب کی جو یہ منظور اور فیروز پور کے جاگیردار کے پیش کردہ کاغذ کی مہر اور دستخط ناقص و نامکمل اللہ بھلا کرے کہنے والے کا۔ ع۔ و۔ خاندان کسریٰ ایس عدل و داد باشد۔ (ترجمہ) کسریٰ کے خاندان میں عدل و انصاف ایسا ہوتا ہے۔

جس رات یہ اعلیٰ خط مجھے ملا اس کی صبح کو اس خبر نے صبح خراشی کی

کہ مولوی ظاہر علی سراغرسانی کے جرم میں ماخوذ ہو کر تائب اعلان سزا قید ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس بات نے وہ رنگ پکڑا کہ اخبار رنڈا رنگ ہو گیا۔ حسد شعار

اہالیانِ دہلی چونکہ مجھے مولوی کا سچا دوست سمجھتے تھے (سوانہوں نے) ایسے رنگ کی آمیزش کی کہ ہر روز دو تین بار کوئی ہرزہ گو میرے پاس آتا ہے اور جو چاہتا ہے اپنی طرف سے گھڑتا اور بیان کرتا ہے۔ دو ہفتے بعد معلوم ہوا کہ لارڈ صاحب نے ناخوش ہو کر اپنے حملے سے جدا کر دیا اور معزول کر کے ان کو ان کے وطن واپس چلے جانے کی اجازت دیدی۔ اپنے غم سے تو دل جلا ہوا تھا (ہی) دوست کی تکلیف پر اور بھی کیا بھونکیا۔ والسلام۔ منشی نصر اللہ کو بعد سلام کے کہیں کہ انشا اللہ ”اذا جاء نصر اللہ والفتح“ آپ کی انگوٹھی کے نگین کا نقش بنے گا۔

خط (۲۱)

قبلہ بندہ

عمریں گزر چکی ہیں کہ آپ کے نامہ جانفزا سے جان نازہ نہیں ملی۔ معلوم اس نگاہ حق شناس میں کس جرم پر مرد و پھر اہوں۔ مہربانی و ناراضی تو محبت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور اہل وفا کے کیش میں ایک دوسرے کے ساتھ اور بھی خوش گوار۔ لیکن آپ کے خادموں کو اپنی نسبت سے جو چیز نظر آئی ہے وہ تغافل ہے۔ اور تغافل کو برداشت نہیں کیا جاسکتا بجز اس صورت کے کہ دل پہاڑ جیسا ہو۔ لیکن قسام ازل سے مجھے یہ عطیہ نہیں ملا ہے۔ آپ کو علم نہیں کہ ان دنوں مجھ پر کیا جاتی اور میرے خشک کانٹے کس بھڑکتے شعلے کے مقابل ہو گئے۔ اگرچہ آپ ماحمت سے فارغ ہیں لیکن میں نے گفتگو سے آپ کو نصیحت نہیں دی۔ سنیں یا نہ سنیں میں تو اپنی کہے جاؤں گا۔ دیدار طلب آنکھ دیکھنے کی ہوس میں آبل رہی ہے اور دل بے تاب ہجرت کے

اضطراب میں تڑپ رہا ہے شوق دیدار کو کیا کہوں؟ آنکھ کی پتلی قلم کے پاؤں پڑتی ہے کہ مجھے حرف کا ایک نقطہ بنا کر خط میں لکھ دے۔ جس دن سے وہ مہرباں اس عمدہ جگہ رونق افزا ہوا ہے، خط و کتابت سے محروم بد نصیبوں کو مفارقت کے دوزخ میں چھوڑ دیا ہے۔ آپ کے احسانات عالی کا کیا ذکر کروں کہ ہر روز میرے تصور کی محفل میں آپ تشریف لائے اور اپنی ثبات کا کیا ذکر کروں کہ میں کبھی آپ کے خیال گرامی کی محفل سے نعمت اندوز نہ ہوا۔

شرمندہ احسان توام کز سر الطاف
ہر روز قدم رنجہ نمائی بہ خیالم
من عذر زقتصیر خود اے خولجہ چہ گویم
گا ہے بہ خیالت زسم وائے بحالم

(ترجمہ) میں حیرے احسان سے شرمندہ ہوں کہ (تو) مہربانی کر کے ہر روز میرے خیال میں آنے کی زحمت کرتا ہے۔ اے میرے آقا میں اپنی کوتاہی کا کیا عذر پیش کروں (کہ) خیرے خیال تک میری رسائی کبھی نہیں ہوتی۔ افسوس میرے حال پر۔ زیادہ شوق اور بس۔

خط (۱/۲۲)

بنام مرزا احمد بیگ خان

دیکھے دلوں کو آہ و بکا سے منع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ماتمیں کو سینہ کو بی سے روکا جاسکتا ہے۔ مجھے کہ میرا دل تمہاری بے وفائی سے دکھا ہوا ہے، سوائے نالہ و شہیون کے

اور کوئی چارہ نہیں ہے اور چونکہ تغافل کے درد سے جان دیکر محبت کے ماتم میں جھلا ہوں (تو) سینہ کو بلی (ہی) کروں گا اگرچہ (یہ) پتھر نہیں ہے۔ دو ہفتے گزر جانے پر بھی جب کوئی غلط نہ آپ کی طرف سے اور نہ سراج الدین احمد صاحب کی طرف سے ملا تو میں نے اپنے دانت اپنے جگر میں گاڑ دیے اور بے خود ہو گیا۔ آپ بھی وہی ہیں اور مولوی سراج الدین بھی اور یہ دردمند غمگین بھی وہی۔ چھ ماہ ہو گئے ہیں کہ کسی دوسرے کے غلطی کے حاشیے میں بھی کبھی سلام لکھ کر نہ بھیجا تو بھلا نامہ و پیام تو دور کی بات ہے۔ میرا غلط نہ لکھنا اس وجہ (۱) سے نہیں کہ ترکِ محبت میں تمہارا جیرو بن گیا ہوں گا اور نہ اس وجہ سے کہ میں غم و اندوہ میں اس قدر بے حال ہو گیا ہوں گا کہ سانس لینے اور بات کرنے کی سکت بھی نہیں ہوگی۔ خدائے عادل کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس دہلاپے پر بھی میرے دل کو ایسی مضبوطی اور توانائی بخشی ہے کہ مثال کے طور پر اگر دونوں عالم ٹکپٹ ہو جائیں پھر بھی اپنی ذہن سے نہ ہٹوں۔ اور اس (اجتلا) کے باوجود وفاداری میں اس قدر ثابت قدم ہوں کہ سر جھلا جائے لیکن میرے پاؤں کو راہِ محبت سے لغزش نہ ہوگی۔ خدا کے واسطے ذرا یہ تو جھلائیے آپ کے دل میں کیا خیال آیا اور مولوی سراج الدین پر کیا گزری۔ شاید انہوں نے یہ سوچا تھا کہ اسد اللہ کے مجھ سے تعلق کی وجہ یہ ہے کہ میں کونسل کے عمائدین میں سے ہوں یعنی جس دن سے صدر عدالت کی پیشگاہ پر رونق افروز ہوئے ہیں کبھی ایسا نہ ہوا کہ مجھے یاد کیا ہو یا غلط سے

۱۔ حقین میں "از جانب من ساز آں دوست" ہے جبکہ قیاس کے مطابق دوست کی جگہ دوست ہونا چاہیے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

نوازا ہو۔ ان سارے امور میں عجیب ترین بات تو یہ ہے کہ وہ کوئی بات تھی جس کے سبب آپ نے میری پریش احوال سے منہ پھیر لیا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ فلاں بیک حیات نہیں ہے ورنہ میں اپنا خون پیتا آپ سے ناراض ہوتا اور آپ کو بھی اپنے سے افسردہ کرتا۔ لیکن یہ مقصد صرف آپ کے لیے ہوتا اور مولانا سراج الدین احمد کو اس نقیبے سے دور رکھتا۔ شکر و شکایت کے مراتب سے قطع نظر انصاف کریں کہ مہینے کے مہینے گزر جائیں اور آپ اور آپ کے نور چشموں کی خیریت (۱) سے بے خبر رہوں۔ ناراض کیوں نہ ہوں اور شکایت کیوں نہ کروں۔ آج جام جہاں نما کے اوراق دیکھ کر ایسا نیا حال معلوم ہوا کہ اُس رسوائی پر صبر نہیں کیا جاسکتا۔ غالباً آپ نے بھی اس اخبار میں دیکھا ہوگا۔ واللہ خدا کی قسم اور ایک بار پھر خدا کی قسم مجھ عاجز کے ہارے میں اُس اخبار میں جو کچھ بھی لکھا ہے سارا جھوٹ، اتہام اور بکواس ہے۔ خواجہ رحمت نام کے ایک حرامی نے کہ جو بریلی کے سادھو بچوں میں سے ہے اور ایک فتنہ پرداز جادوگر ہے شمس الدین خان کو اپنی جادو بیانی سے مطیع کر لیا ہے اور اس کے دل میں ایسا گھر بنا لیا ہے کہ شمس الدین خان کے لیے اس کے دائرہ حکم سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہا ہے۔ خبر نگاروں کو مال و قال سے اپنا فریفتہ کر کے جو خبر بھی چاہتا ہے اطراف میں بھیج دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رائے سدا سکھ صاحب کے نام کا ایک خط بھی اس ہی خط کے ساتھ کھلا ہوا بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اس کو پہلے آپ خود پڑھیں گے اور پھر رائے صاحب کے سپرد کریں گے۔ جو کچھ بھی ہے وہ رائے صاحب کے نام جو خط ہے اور

۱- متن میں ایک اخبار کا نام معلوم ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ جو رقعہ لف ہے اس کے پڑھنے سے واضح ہو جائے گا۔

حضرت اکبر شاہ فلاں بیگ کی وفات کے دن مختلف امراض میں مبتلا تھے۔
 پرسوں کہ آخری صفر کا چہار شنبہ تھا غسلِ صحت کیا ہے۔ لیکن ابھی کمزور ہیں اور
 عرضداشتیں سننے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حضرت مخدومی کے دل کا مقصد میرے اندازے
 کے مطابق قابلِ حصول نہیں ہے۔ چونکہ (ان امور میں) عقل کی کئی سببیں لال ہے
 اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں میں سے ایک کو سفارت پر فائز کرادے اور خود اس کا
 مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے تو کسی دوسرے کی بات تو دور کی بات ہے۔ امید ہے کہ
 مولوی سراج الدین احمد صاحب کی خدمت میں تسلیات پہنچائیں گے اور اگر ممکن
 ہو اور مشکل نہ ہو تو دو تین سطریں اپنے دستخط کے ساتھ الگ کاغذ پر لکھوا کر اپنے خط
 میں رکھ کر بھجوا دیں۔ افسوس میں کیا کہہ رہا ہوں۔ بھلا مجھے یہ کس طرح معلوم ہوا کہ
 مرزا صاحب مجھے کوئی خط لکھیں گے کہ اس میں حضرت مولوی صاحب کا خط بھی لف
 کر دیا جائے۔

خط (۲/۲۳)

قبلہ من

شکایت کی کوئی انتہا نہ تھی اور شکوے کا اتمام نہیں تھا۔ سو میں نے جا کر زمانے
 سے مصالحت کر لی۔ تازہ خبر یہ کہ حاکمِ دہلی نے مجھے بلایا اور اپنی زبان گہر بار سے فرمایا
 کہ مرکزی دفتر کے حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نصر اللہ خان کے متعلقین کو یہی طے گا اور
 اسی طرح مستقبل میں بھی طے گا جس طرح ماضی میں بتا رہا ہے۔ اگرچہ یہ مکروہ امر

واقعہ ہزار گونہ غم و اندوہ کا سبب ہے لیکن خدا کی قسم کہ میرا دل آزاد کسی جانب مائل نہیں اور اپنے مقصد کے حاصل نہ ہونے سے میں رنجیدہ نہیں ہوا ہوں۔ لیکن یہ غم مجھے مارے ڈال رہا ہے کہ کونسل میں ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا ہوگا کہ تجویز سابق کو اس طرح اٹھا پھینکیں۔ ہاں حاکم و ملی شروع میں مجھ پر مہربان تھا لیکن آخر آخر میں دشمنوں کی چغلیں (۱) کی کارگر ہو گئی اور وہ دشمن کا طرفدار بن گیا اور مجھ سے منہ پھیر لیا۔ دشمن کی پیش کی ہوئی سند کو مرکزی دفتر کے اراکین (۲) کو درست اور سنجیدہ طریقے سے دکھایا اور وہ جواب کہ جو میں نے دیا تھا اور وہ دو ورق جو میں نے ظالموں کے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے جھگے کو بھیجے تھے رپورٹ میں شامل نہ کئے اور میرے مقدمے کا کونسل میں ایک طرف فیصلہ ہو گیا۔ میری محنت ضائع ہو گئی اور میرا حال جاہ۔ خدا کا (پھر بھی) شکر ہے کہ ناکامی اور نامرادی میرے لیے آسان ہے۔ البتہ عوام کے تسخیر اور خواص کی ملامت کا قدرے آزار برداشت کرتا ہوں اور وہ بھی گزر رہی جائیگا۔

۔ در طور مگر امروز ز موسیٰ اثرے نیست

فرداست کہ از طور ہم آثار نماند

(ترجمہ) آج اگر طور پر موسیٰ کے آثار نہیں تو کل طور کے آثار بھی (باقی) نہیں رہیں گے۔

امید کرتا ہوں کہ تھوڑی زحمت کریں گے اور مجھ پر چند مہربانیاں

۱۔ متن میں "سعادت اعلیٰ کا گراں قدر" ہے بالکل سعادت نہیں سعادت ہے۔ ترجمہ اس ہی تفسیر کیا گیا ہے۔

۲۔ متن میں "براہی صدر" لکھا ہے۔ بالکل براہی صدر ہے ترجمہ اس ہی تفسیر کیا گیا ہے۔

فرمائیں گے۔ پہلی تو یہ کہ رائے سدا سکھ صاحب کے نام کے خط کو شروع سے آخر تک غور سے پڑھیں اور مکتوب الیہ کو پہنچا دیں۔ اور کوشش فرمائیں کہ قطعہ چھپ جائے اور مشہور ہو جائے اور زبان زد عام ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ جناب سفیر کے نام جو خط ہے اس کو بھی شروع سے آخر تک پڑھیں اور ان کو پیش کر دیں اور اس کے جواب پر چنداں اصرار نہ کریں۔ اگر مل جائے تو اپنے خط کے ساتھ ارسال کر دیں۔ دوسرے جناب عالی سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تھوڑا کونسل کا حال ضرور لکھیں۔ کہتے ہیں کہ ولیم ہیلی صاحب ولایت اور مفکف صاحب بمبئی جا رہے ہیں اور دہلی کے لیے کسی دوسرے حاکم کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس بارے میں جو کچھ بھی ظاہر ہو فوری کو لکھیں اور خدا کے واسطے جواب لکھنے میں تاہل نہ کریں۔ ڈاک کا آدھا محصول اس علاقے کی سرکار کو دیا گیا اور آدھا دوسری جانب (مکتوب الیہ) کے ذمہ کر دیا گیا۔ یہ خط منگل کے دن بارہویں شوال کو سپرد ڈاک کیا گیا۔

خط (۲۳/۳)

کعبہ من

آپ کا حکم میری جان و دل پر جاری ہے۔ جو کچھ بھی کہیں سر کے بل دوڑوں گا اور سر کے بل چلوں گا۔ لیکن آپ اہل دہلی کے طور طریق سے واقف نہیں۔ جہاں تک حالات کو سمجھنے کی میں نے کوشش کی ہے لوگ مجھ سے دور بھاگتے ہیں چنانچہ آپ سے بھی بدظن ہو جائیں گے اور سوچیں گے کہ مرزا احمد بیگ خان نے اسدا اللہ خان کو اس کام پر مامور کیا ہے کہ آہستہ آہستہ تمام امور میں دخل اور تصرف حاصل کر لیں۔ خدا

کے لیے خود کو بدنام اور مجھ کو رسوا نہ کیجئے۔ عقلمند کو چاہیے کہ اگر حقیقتاً بھی کسی امر کے درپے ہو تو بھی اپنے آپ کو اس قدر آزاد اور بے فکر نظر کرے کہ کسی کو اس کے راز سے آگاہی نہ ہونے سے یہ کہ تمہاری طرح صاف دل اور قاریغ البال ہو جائے اور پاؤں جو رہے طمع اور آزادی کے لوگوں کی نظر میں خود کو انتہائی حریف اور لالچی بنا دے۔ مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں پر سچائی کا گمان نہ کیجئے بلکہ سب کو اپنے آپ سے وحشت خوردہ اور اپنے مخلصین سے خوف زدہ رکھئے۔ اگر آپ اس شہر آنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر آپ کی مرضی۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

خط (۴/۲۵)

۔ تبت بناز طویاں نیاز مند مہاب

وجود نازکت آزردہ گزند مہاب

(ترجمہ) خدا نہ کرے کہ تیرا جسم طویلوں کے ناز اٹھانے کا محتاج ہو (اور) خدا نہ کرے کہ تیرے نازک جسم کو کسی تکلیف سے آزردگی پہنچے۔

قبلہ و کعبہ

چند روز پیشتر (آپ کا) صحیفہ قدسی حکیم صادق علی خان کے ذریعے مجھے ملا۔ ابھی جواب نہ لکھا تھا کہ آج ستمبر کی چوتھی کو (مجانے رجب الاول کی کوئی تاریخ ہے) ایک خط مرکز صورت و معنی مولانا سراج الدین احمد صاحب کے پاس سے آیا۔ جس نے جناب کی ناسازی طبیعت کی اطلاع دیکر مجھے رنجیدہ کر دیا۔ چونکہ اس مکتوب دلہندہ میں یہ بھی تحریر تھا کہ اب قبلہ نیکاں حضرت سید احمد علی خان کے علاج سے کچھ

افاقہ اور صحت کی امید رونما ہوئی ہے۔ خدا کی قسم اس افاقے جتنی ہی میرے انہوالم میں کی واقع ہوئی ہے۔ خدا کے واسطے مجھ بے کس سے آنکھیں نہ پھیر (۱) لیجئے گا اور جلد ہی صحت یابی کی خوش خبری دیجئے گا کہ اس کے بعد آپ کے خط کے انتظار میں دن شمار کیا کروں گا۔ اس خط میں جو حکیم صادق علی خان نے مجھے پہنچایا ہے علاقہ ہنگلی کے قطع ہونے اور جہانگیر نگر کے علاقے کی علیحدگی کا ارادہ اور کلکتہ سے منہ پھیر کر دہلی کو دارالخلافتہ قرار دینے کا عزم تحریر تھا۔ ہر چند جناب کے ملازموں کا دہلی آنا یہ افراطِ مسرت ہے لیکن کلکتہ سے ناخوشی بھی تو ایک قہر سے کم نہیں۔ واللہ کہ دہلی وہ اہلیت نہیں رکھتی کہ کوئی آزاوہ منش یہاں خاک نشین بن جائے۔ اس جگہ کے لوگ بغیر سب کے لوگوں کو تکلیف دینے والے ہیں اور اس ناخوار سرزمین کے مرد و زن مردم خور ہیں۔ نیت یہ ہے کہ جب یہ مقدمہ ختم ہو جائے تو کسی بہانے سے اس شہر سے نکل کھڑا ہوں اور کلکتے پہنچ جاؤں۔ میرا احوال اس عریضہ سے کہ جو جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب کے نام ہے واضح ہو سکتا ہے۔ مقدمہ معظمہ کی خدمت میں کورنش اور جان سے زیادہ عزیز (ہستی) کے لیے درازئی عمر اور افزائش دولت کی دعا۔

خط (۵/۲۶)

میری ضرورتوں کے محور اور تئناؤں کے مرکز خدا آپ کے سارے کو ہمیشہ قائم رکھے وہ جان کہ جو دشمن سے بچائی نہ جاسکے اگر دوست کے قدموں پر نچاؤ کر دی جائے تو

۱- ”ازمن دار نظر قطع غواہید کرد“ خاص اردو طرزِ اعتبار ہے۔

نظارہ ہے کہ (اس سے) حق محبت کس قدر ادا ہو سکتا ہے۔ پھر بھی ہر صورت حال میں بات شروع کی جاسکتی ہے۔ اور شکر کہ بہ اندازہ جان و دل ہے کام و زبان سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ صحیفہ قدسی کی آمد کے فیض نے مجھے میری نظر میں وقیع بنادیا۔ میں سمجھ گیا کہ اگرچہ خدا نے مجھے بے حیثیت پیدا کیا ہے لیکن بے یار و مددگار نہیں چھوڑا اور برگزیدگان ازل کو میری غنوار پر مقرر کر دیا ہے۔ ہر چند کہ میرا دل مطمئن تھا کہ جب کبھی مرشد زادہ عالی نسب مرتضوی صفت نے قبلہ و کعبہ کو نین حضرت مولوی کرم حسین کے آستانے کے سجدے کا نقش میری پیشانی پر دیکھ لیا (تو یقیناً) میرا سر خاک سے اٹھالیں گے اور مجھے بر باد نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن انصاف بالائے طاعت۔

اگر اس اگر اس سفارش کی درخواست پر..... نہ دیتا اور مثال کے طور پر سو عبودیت نامے بھی بھجوا دیتا ان میں سے ایک کے جواب سے بھی میری آنکھ روشن نہ ہوتی اور آپ کی خاطر اقدس میں میرا خیال نہ آتا۔ پنشن کے مقرر ہونے کا حال اس سے پہلے آپ کے ضمیر پر جو عقیدت کی آماج گاہ ہے آشکار ہو چکا ہے۔ اس امر کی حیرت نے دل کا گریبان اور فکر فاتر کا دامن پکڑ رکھا ہے کہ اب میرے قبلہ و کعبہ کے لیے نکلنے میں اقامت کا کیا سبب (۱) ہے۔ بل وطن کی نوازش میں کیا چیز مانع ہے اور اس شہر میں قیام جاری رکھنے کا کیا موجب ہے۔ بہر حال اس خدائے یکتا و جہاں آفریں سے یہی امید ہے کہ جہاں بھی رہیں مخلوق کے راہبر اور دنیا کے پیشوا رہیں۔

۱۔ مثنیٰ میں لفظ ”سپارش“ کے بعد ”رحمت اوقات معاف خدا سے“ ہے جو الفاظ ہر دست نہیں معلوم ہوتا چنانچہ لفظ ”خال کر“ دوائے ”سے آگے ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ مثنیٰ میں ”از چنداں راست“ ہے جبکہ ترجمہ ”از چنداں راست“ کے یکساں پر کیا گیا ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود

سالمہا سجدہ صاحب نظر اس خواہد بود

(ترجمہ) جس زمین پر حیرے تلوے کا نشان ہو وہ برسوں ارباب نظر کے لیے سجدہ گاہ رہے گی۔

اس شہر میں منصف کے درود عالی کے بعد جو کچھ بھی رو پڑے ہو عرض حال کے طور پر آپ کی خدمت غریب نواز میں پیش کر دیا جائے گا۔

خط (۶/۳۷)

قبلہ من:

اس مہربانی کا شکر کہ ایک عمر کے بعد مجھے یاد کیا ہے، پوری ایک عمر تمام کئے بغیر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ میں جانتا ہوں کہ میری تھوڑی عمر ہی اب باقی رہ گئی ہے۔ البتہ وہ شکر کہ جس کی ادائیگی سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، کام و زبان سے باہر نکال کر مغرور دل و جان میں ڈالے دیتا ہوں کہ ادا نا کردہ نہ رہ جائے اور کام و زبان کی مدد کے بغیر ادا کیا جائے۔ بے کسوں کو آپ یاد کرتے ہیں اور روسیاء ہوں کو خط لکھ کر خوش کرتے ہیں۔ خدا کرے بہت ساجتیں۔ اُس خط میں کہ اب جس کا جواب لکھنے کی فکر میں ہوں تحریر تھا کہ خاص طور پر اسد اللہ کے لیے نہیں بلکہ خواجہ حاجی خان مرحوم کے بچوں کی خاطر کام نکالنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے ہنسی آگئی اور حیرت سے وارفتہ ہو گیا کہ اس کے استحقاق اور عدم استحقاق سے قطع نظر خواجہ حاجی کو خواجہ حاجی خان مرحوم کس دستاویز اور کس تعلق کی بنا پر کہا جاسکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ احمد بخش خان نے خواجہ حاجی کے

ساتھ باپ کا سا سلوک کیا اور اس کو بے حیثیتی سے (باحیثیت) بنایا ہمیشہ خواجہ حاجی رکھا اور (اسکو) خولچہ حاجی کہا۔ خانی کے خطاب سے ہمارا اس کو مخاطب کرنا اس کہانی کے مطابق ہے کہ ایک متعصب سنی ایک محفل میں بیٹھا تھا کہ اس مجمع میں سے کسی نے حضرت علیؑ کا نام لیا اور اس کے ساتھ علیہ السلام کہا۔ اس متعصب کو تاؤ آ گیا لیکن دم سادھے رہا۔ اور بات کو طول دیکر یہاں تک پہنچا دیا کہ ابنِ ملجم کا ذکر آ گیا۔ جب اس نے اس کا نام لیا تو رضی اللہ عنہ کہا۔ اہل محفل نے اس کو منع کیا کہ علی ابن ابی طالب کے قاتل کو رضی اللہ عنہ مت کہو۔ وہ متعصب بھڑ گیا اور کہا کہ افسوس چونکہ علیؑ کو کہ قاتل عثمانؓ ہے علیہ السلام کہتے ہیں تو میں بھی ابنِ ملجم کو کہ حضرت علیؑ کا قاتل ہے رضی اللہ عنہ کہنے پر جواب دہ نہیں بنوں گا۔ یہ بات یہاں ختم ہو گئی۔ اب میں اپنی بات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا عباس خان کے نام کا غلط پہنچا دیا گیا۔ گھر میں سے گھر میں تسلیمات۔ اندر اور باہر سے یعنی دل اور زبان دونوں کے ذریعے فرزند ان سعادتمند کو دعائیں پہنچیں۔

خط (۱/۲۸)

بنام مرزا ابوالقاسم خان

جناب کی خاطر روشن و مغور پر واضح ہو کہ جناب کا التفات نامہ خوشگوار پھلوں کے ساتھ پہنچا۔ بخشے والا خدا اس مسافر پروری پر آپ کو سلامتی عطا کرے۔ کل آغا صاحب غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ اپنی والدہ کی

طبیعت کی ناسازی کی بات کرتے تھے۔ دن ڈھلے میں بھی امام ہاڑے گیا اور رسم عبادت ادا کی۔ خدا کی قسم کہ جو محبت مجھے ان مخدوم سے ہے اس کے اثرات کی کیا وضاحت کروں کہ اس امر پر کس قدر پریشان ہوں۔ اگرچہ مجھ جیسے گناہ گار اور تہاہ حال کی دعا کی قدر و قیمت لیکن کثرت محبت مجھے بے چین رکھتی ہے اور دعا کو میرے لبوں سے از خود ابھارتی ہے۔ لیکن چونکہ ریاسے پاک ہے اس لیے امید کرتا ہوں کہ خدا کی بارگاہ میں قبول ہوگی اور اپنا اثر دکھائے گی۔ صاحب من ایسے حالات میں کہ وہ خود افسردہ ہیں اور خانم بھی افسردہ ہوں گی رقم معلومہ کے ضمن میں کسی کوشش اور اصرار کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں ہاں یہ تو شیوہ کریمی کی نشانیاں ہیں کہ خود بھی دردمند ہوں اور دردمندوں کی غصہ و غریب کریں۔ شکستہ ہاتھ دعا کے علاوہ کیا کر سکتا ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اور طویل عمر دے۔ زیادہ زیادہ۔

مخط (۲/۲۹)

جو دو کرم کے دسترخوان کے ظرف کا ریزہ خوار (آپ کی) خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ سری پائے پہنچے۔ اور کام جاں کو محبوبوں کے تبسم شورا انگیز کی لہر میں لوٹ پوٹ کر دیا۔ دماغ کو بھی طاقت دی اور ہاتھ پاؤں کو بھی توانائی بخشی۔ اس کا گودا اپنے خمیر کی لطافت میں قوائے نفسانی کے اضافے کا سرمایہ نہیں نہیں میں نے غلط کہا زندگی کے چراغ کے تیل کا مادہ ہے۔ فیم معدہ اس کے شور بے کی روانی کا شاخو ان ہے اور آنتیں اس کے کچھوں کی لذت کے شمار کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ روٹی نے جب اس

کے شور بے کے معیار کو پہچانا تو پہلے حملے ہی میں خوف (۱) سے سپر ڈال دی اور جب زبان اس کی روانی کی لذت کی شکر گزاری میں (مشغول) ہوئی تو شور بے کی آپ حیات کی موج اُس کے سر سے گزر گئی۔ اس کی ہڈیوں کے نظر فریب جلوے پر ہما دیوانہ ہو گیا ہے اور اس کے بھنے ہوئے مغز کے حسن پر عقل فریفتہ ہو گئی ہے۔ اس کی مرچوں کے مزے کی تیزی محبوبوں کی ادائے عتاب کی طرح گلوں سو تھی اور اس کی ہڈیوں کے چٹختے کی آواز چنگ و رباب کے نغمے کی طرح سامعہ نواز۔ میں تو بات کو طول دینا اور اس نعمت کی تعریف کے بعد صاحب نعمت کا شکر ادا کرنا چاہتا تھا کہ اچانک میرے جڑے نے مجھے ناز کے ساتھ آنکھ کا اشارہ کیا اور اپنے سر کی قسم دے کر گویا ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قلم فوراً رکھ دو اور نئی کے گودے کی لطافت کا مزہ لو۔ چونکہ مجھے اس کی خاطر داری منظور تھی اور اس کی قسمت (۲) پُر مایہ تھی لہذا تعمیل کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

۱۔ بے بگری۔ نعت دھواں احوال آخرواج۔ ص ۵۸ کی۔ اگرچہ بالکل متضاد معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ متن میں بظاہر ”روائش“ کے بعد ”شاخت“ کے مقابلے کا لفظ دیا گیا ہے۔ چنانچہ پورا نص ”قیاس کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔“

۳۔ متن میں ”قسمت خلیل ہو“ لکھا ہے ”خلیل“ کسی لذت میں کوئی لطف نہیں۔ شور بے کی رعایت سے خلیل ہی ہو سکتا ہے لیکن قسمت کے تعلق سے بے معنی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے معنی ”پُر مایہ“ لکھے گئے ہیں جو سیاق و سباق میں مناسب بھی تھے اور مستند لغات سے ثابت بھی۔ (فرسنگ فخر وہ قاری بہ انگلیسی) تالیف دکن عہد اس آر پائپر کاشانی دکن منو چرآر پائپر کاشانی۔

خط (۳/۳۰)

قبلہ من

بزرگوں سے تشریف آوری کی درخواست اگرچہ بے ادبی ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آفتاب کھنڈر پر بھی چمکتا ہے اور احسان نہیں دھرتا، ہادل خار و خس پر بھی برستا ہے اور اس کو کسرِ شان نہیں سمجھتا۔ اس امید کے سہارے پر یہ آرزو کی جاتی ہے کہ آج ساعت و وساعت دن رہے راقم کے غریب خانے پر تشریف لائیں اور مرزا صاحب کو بھی اپنے ساتھ لائیں۔ فقط۔

خط (۴/۳۱)

میرے مخدوم و مطاع خدا آپ کو سلامت رکھے
کل جو خمرک آپ نے بھیجا تھا وہ پہنچا اور (اس نے) دو عالم میں سرفراز
کر دیا۔ صاحبِ نذر (امام مہدی) اپنے ظہور تک آپ کو سلامت رکھے اور بلند
مراتبِ ظاہری و باطنی پر پہنچائے۔ سوائے تسلیم کے اور کیا عرض کروں۔

خط (۵/۳۲)

اے میرے مخدوم و جائے پناہ
میں گھر پر نہیں تھا۔ واپس آیا تو خوانِ نعمت کو اپنے لیے تیار پایا اور صاحب
نعمت کا شکر بجالایا۔ اس مہربانی پر خدا آپ کو طویلِ عمر دے۔ آج کل میں اگر بیدار
کار و نمن مرحمت فرمائیں تو دنیا کی قسم جسم کی نعمتوں سے زیادہ اچھا ہو۔ زیادہ نیاز۔

قبلہ جان دول سلامت

(آپ کے) سر کے گرد طواف کرنا اور اپنی جان اس تلووں کی خاک پر
 نچوڑنا ہوں۔ سبحان اللہ۔ جذبہ شوق پر ناز کرتا ہوں کہ آج صبح سویرے سوکرا تھا ہی تھا
 اور ارادہ کر رہا تھا کہ ایک خط غفلت کی شکایت کے طور پر آپ کے ملازموں کو لکھوں
 گا۔ ابھی یہ خیال دل میں پختہ نہ ہوا تھا کہ آپ کا گرامی نامہ میری فریاد کو پہنچ گیا اور
 مجھے رنج کی قید سے نجات دلائی۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کی طبیعت درست ہے۔
 خدا تعالیٰ ہمیشہ آپ کو عافیت کی محفل کا مسند نقشبند رکھے۔ پیدا نیچر کے روغن کی بوتل
 زندگی کے چراغ کی روشنی کا سرمایہ بن گئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس غریب پروری اور
 مسکین لوازی پر سلامتی عطا کرے۔ آج بارش اور ہادل کے زور کی وجہ سے میں نے
 اس روغن کے استعمال میں تعہیل نہیں کی۔ ایک دو دن کے بعد بوتل کا ڈھکنا کھولوں
 گا اور آدھا میرا آدھا تیرا کے مضمون پر عمل کروں گا۔ آپ کے اقبال اور سعادت کے
 سدا قائم رہنے کی دعا کے علاوہ اور کیا عرض کروں۔

قبلہ جان دول سلامت

آپ کے گرامی نامہ کے جواب میں صبح جو قطعہ میں نے تحریر کیا ہے آپ کا
 آدمی شاہد ہے کہ کس گھبراہٹ اور غفلت میں لکھا ہے۔ بخدا جناب کے قطعہ کے شایان
 شان نہیں تھا۔ گو یا اس قطعہ کا مقصد صرف دال اور اچار کی رسید بھیجنا تھی اور کچھ نہیں۔

امید کہ اس کو پانی سے دھو ڈالیں یا آگ میں جلا دیں۔ چونکہ اس کو فکر کی مدد کے بغیر صرف قلم کے زور پر لکھ دیا ہے۔ خدا نہ کرے اس میں کوئی نقص رہ گیا ہو اور دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے آپ کو سید الشہد کی قسم کہ کسی کو ۱۰ نہ دکھائیں اور اس کو تکلف کرویں۔

اس خط میں جو قطعہ مرقوم ہے وہ جناب عالی کے قطعہ کا جواب ہے جو چاہے دیکھے کوئی ڈر نہیں۔ گزشتہ رات میں نے روغن بیدارنجیر اور نمک آب کا مسہل لیا تھا۔ لیکن طبیعت نے قبول نہ کیا اور قبض رفع نہ ہوا۔ آج میں نے اپنے طور پر ایک ایسی ترکیب کہ رات کے مسہل کے فعل کی تائید کرے استعمال کی تھی۔ خدا کی قسم اگر اس قسم کی رکاوٹیں راہ میں نہ ہوتیں تو میں قطعے کو اپنے دست اخلاص کی پونجی بنا کر جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اگر موت سے محفوظ رہا تو ان دو تین دن میں قدمبوسی کی سعادت حاصل کروں گا۔

خط (۸/۳۵)

خدمت عالیہ میں عرض رساں ہوں کہ پرسوں رات خوشی کی محفل میں جناب عالی کی بڑی کمی محسوس ہوئی۔ نہ آنے کا چونکہ سبب تھا مجبوراً جدائی برداشت کرنی پڑی۔ معلوم طبیعت کی پراگندگی کہ جو بیماریوں کے باعث تھی، اطمینان میں

۱۰۔ متن میں "آں رائکس نہ لایا" ہے جب کہ لایا "آں رائکس نہ لایا" درست معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

تہدیل ہوئی یا ان پریشانیوں کا کچھ اثر ہاتی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ خیریت کی اطلاع بھیجیں گے اور اطمینان بخشیں گے۔ قبلہ من یہ عرضداشت لکھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا کہ یکا یک جناب کا عنایت نامہ آ پہنچا۔ یقیناً آپ نے معجزہ کر دکھایا۔ اور واقعی آپ کی خیریت کی خوشی خبری سے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو شاد و آباد اور ہر غم سے آزاد رکھے۔ جناب مرزا محمد حسین صاحب نے تغافل نہیں فرمایا ہے۔ شاید پرسوں کی بیماری کے سبب کوٹھی نہیں گئے ہیں۔ اگر کل کوئی خط (۱) نہیں پہنچا تو جناب کی ایما کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ آموں کے تحفے پر تسلیمات قبول ہوں۔

خط (۹/۳۶)

عرض کیا جاتا ہے کہ جناب کا نوازش نامہ مع روح پرور سالنوں کے ذائقہ نواز ہوا اور شکر نعمت نے (مجھے) تر زبان بنایا۔ منعم حقیقی مسافروں کی پرورش کا صلہ عطا کرے۔ میرا حال مختصر یہ ہے کہ جمہرات کے دن یکا یک میں نے سنا کہ حیدر کے دن جناب نواب گورنر بہادر دربار عام کریں گے۔ میں چونکہ نوادروں میں سے ہوں میں نے اس پر غور کیا اور صبح تر کے دفتر چلا گیا۔ (لیکن) جناب اسٹرانگ صاحب بہادر سے ملاقات کی کوئی صورت نہ بنی۔ مجبوراً واپس آ گیا۔ رات (اسی) تیم و امید میں گزار کر ہفتے کے دن دوبارہ گیا۔ مہربانی کر کے ملاقات کا شرف بخشا۔ میں نے

۱۔ اگر "فرمانیہ خدسید" یہ حدود ستانی قاری ہی نہیں وہ قاری ہے جس پر غالب، فقیہ اور ان کی قبیل کے کسی شخص کو اپنے پاس نہ سمجھتے تھے۔

خلعت کی گزارش کی۔ فرمایا کہ آپ کے رخصت ہونے کے وقت تک یہ کام بخوبی ہو جائے گا۔ جب اتوار آئی تو میں اپنے غم کدے سے اٹھ کر سراج الدین احمد صاحب کے مکان پر چلا گیا اور رات وہاں بسر کی۔ پھر کے دن وہیں سے سوار ہو کر پہلے دفتر گیا اور وہاں سے گیمتی پناہ دربار میں پہنچا۔ ملاقات ہوئی اور مجھے عطر و پان پیش کیا گیا۔ واپس آیا تو دوستوں نے گھر نہ لوٹنے دیا۔ (سو) رات وہیں گزار دی۔

ع۔ درویش ہر کجا کہ شب آید سرائے دوست

(ترجمہ) جہاں رات ہو جائے وہی درویش کی سرائے ہے۔

آج صبح وہاں سے سوار ہو کر اپنے ایک دوست کے گھر کہ جو راستے میں تھا پہنچا (اور وہاں سے) اپنے غم کدے میں اس وقت پہنچا کہ جب جناب کا ملازم آپ کا خط ہاتھ میں لئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس گرامی ڈاے کا جواب لکھا اور اس میں کچھ اپنا احوال بھی تحریر کیا۔ مجھے کچھ کاغذ کی ضرورت تھی۔ (سو) میں نے آپ کے آدمی کے ساتھ کہا کہ بازار بھیجا کہ اس کو کاغذ دلوا کر جس چیز کے لیے بھیجا گیا ہے لے آئے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن ضروری خطوط کی تحریر کا وقت بنی۔ اگر کوئی نئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تو میری آرزو کا نقش لوح مراد پر ہو پیدا ہو جائے گا یعنی سرشام آپ کی خدمت میں پہنچ چاؤں گا۔ زیادہ نیاز۔

جب کبھی آپ کا خط پہنچتا ہے تو مجھے القاب و آداب کے انتخاب میں کیا بتاؤں کیسی حیرانی کا سامنا ہوتا ہے۔ ہاں جب سمندر قطرے کی اس طرح تعریف کرے تو قطرہ اپنے ہوش و حواس گم کر دینے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہے اور جبکہ آفتاب کسی ذرے کو اس جوش و جذبے سے نوازے تو ذرے سے سوائے گرمی کے اظہار کے اور کیا بن پڑتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک ایک حرف سے تمدنی محبت کے آثار ملتے ہیں۔ اس طرح کی عنایات و کرم کے جواب میں ناکسوں سے سوائے سر کے گرد چکر لگانے اور قربان ہونے کے کیا ہو سکتا ہے۔ اس دروہندی اور غنوار پر خداوند کریم آپ کو سلامت رکھے۔ آج دوپہر تک میری آنکھ میرے خیال کے ساتھ بیدار اور میری روح مسرت سے ہمکنار رہی کہ اب میرے مخدوم کا خط دروازے سے داخل ہوتا ہے اور میری شام غربت کی صبح طلوع ہوتی ہے۔ اس وقت خیال تھا کہ کوئی آدمی سمجھوں اور جناب کی خیریت دریافت کروں کہ عنایت نامہ پہنچا اور باعث تسکین ہوا۔ کل دوپہر تک جناب عالی تکلیف نہ فرمائیں (چونکہ) میں کہیں جاؤں گا۔ البتہ دوپہر کے بعد سے شام تک اپنے محکمہ سے کی دیوار پر نقش کی صورت رہوں گا۔ زیادہ تسلیم اور بس۔ کترین سے کتر۔ اسد اللہ۔

مخدوم بندہ پرورد سلاست

ہائے کل کی محرومی کہ قافلہ در قافلہ آرزوؤں کے ہمرکاب دولت خانے کے دروازے پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ جناب عالی سوار ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ نیک بختی کی آنکھ کی پتلی، محمد مرزا کے دیدار کی خوشی نے قدرے افسردگی دل کی مٹائی کی۔ خدا تعالیٰ اس کو آپ کے سایہ محبت میں زندہ رکھے۔ چند لمحے جناب تپاں کی خدمت میں بیٹھ کر مہدی باغ کی طرف چلا گیا۔ شام کے وقت جب اپنے غم کدے میں پہنچا تو سنا کہ اس دیرانے پر آفتاب چمکا تھا (لیکن) میرا ذرہ قبولیت کی روشنی سے دوچار نہیں ہوا۔ حسرت پر حسرت مستزاد ہوئی اور رنج پر رنج کا اضافہ ہوا۔ خواں باخشتہ سا ہو گیا اور اپنے حال دل پر کچھ آنسو بہائے۔ (البتہ) جناب عالی کے ضمیر پاک صفت نے مجھے دلاسا دیا اور اس باہمی آمد و رفت کو معنوی محبت اور حقیقی یکا نگشت کی علامت ظاہر کیا۔ دل کو قدرے تسکین ملی اور اوسان بجا ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ محبت افزائش میں اور آپ کا گرم بخشائش میں سرگرم رہیں گے۔ فقط

خط (۱۲/۳۹)

اعلیٰ صفات و عیم الاحسان، خان صاحب کی، کہ بے کسوں کا محور امید ہیں، خدمت عالیہ میں یہ عرض ہے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ زمان فراق کی طوالت کے ستم کے اظہار سے (میں) مطلبی تقاضائیوں کے زمرے میں شمار نہیں ہوں گا تو میں کیسے کیسے گریبان پھاڑتا اور زہرہ گداز دوری کے درد سے کیسی کیسی آہ و بکا کرتا۔ لیکن

حرفات غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ

احسان ہے اس خدائے بزرگ کا (کہ) اُس مخلصوں کے مرکز امید کی حق شناس اور حق پرست طبیعت، محبت کی سچائی کا معیار اور راسخ اور حقیقت کے سرمایے کی کسوٹی ہے۔ ناچار پردے سے باہر آتا ہوں اور نغمہ شوق کو بغیر خوف و ہراس کے اپنا شروع کرتا ہوں۔ مختصر یہ کہ جدائی کی برداشت اور اشتیاق کے جھٹکنے سننے کی توانائی نہیں ہے۔

بارہا میں نے آدی بیچا اور دو تین بار خود بھی بے چین ہو کر دولت خانے کے دروازے پر پہنچا۔ جس کسی سے پوچھا یہی جواب سنا کہ ابھی تشریف نہیں لائے ہیں۔ خدا کے واسطے اگر آپ کی آمد میں ابھی کچھ دیر اور تعطل ہے تو مجھے آگاہ کر دیں کہ میں پریشان و مضطرب نہ ہوں۔ اور اگر دو تین دن میں آ سکتے ہوں تو مجھے یہ خوش خبری دیں تاکہ دل سے افسردگی زائل ہو۔ یہ نہ خیال کیجئے گا کہ غالب اپنے کاموں میں جلد باز اور اپنے مطلب کی ضمن میں فضول آدی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس طوالت کلام کا سبب شوق و دیدار ہے۔ ہاں اس قدر (ضرور) ہے کہ اپنی مجبوریوں کے سبب میں نے اپنی چشمِ حرص کو آپ کی غریب نوازیوں سے پیوستہ اور ہوس کے چراغ کو اپنے خیال کے خانہ درون میں روشن کر لیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے بڑھ کر میری ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ کیا معلوم اس قدر وہاں کا قیام خصوصاً میری امداد اور چارہ گری کے لیے ہو۔ ہر چند کہ یہ ساری نوازشیں خاطر نشان و دل نشین ہیں لیکن دل کم ہمتی سے بھرا ہوا ہے اور ہونٹوں پر انواہوں کے سبب فریاد ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ شوق کی بے اختیار یوں کا عذر قبول فرمائیں گے اور اپنے چھوٹوں کے محبوب سے صرف نظر کریں گے۔ والسلام و لا کرام۔

مخدوم ظاہر و باطن سلامت

بزم مشاعرہ کے بعد خیال تھا کہ چند باتیں آپ کے گوش گزار کروں اور دل کا غبار ہلکا کروں۔ لیکن میں تو جناب عالی کے جوانوں جیسے عزم کا مارا ہوا ہوں کہ آپ محفل سے اٹھ کر اس طرح چل دیے کہ الوداع بھی نہ کہہ سکا سلام دعا تو دور کی بات ہے۔ مجبوراً اب اپنے قلم نیاز رقم کو اپنے مدعا کی گزارش کا وکیل بنا کر ایک خط آغا صاحب کے نام نامی کے لیے لکھ کر اس عرضداشت کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ اس کو شروع سے آخر تک (۱) دیکھ کر مکتوب الہ کے حوالے کر دیں گے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جو کچھ میں نے آغا صاحب کو لکھا ہے آپ کی خدمت میں بھی عرض کر دیتا۔ لیکن مصلحت اس ہی کی متقاضی تھی۔ بہر صورت کام آپ کی مہربانی ہی سے ہونا ہے اور باقی سب بہانے ہیں۔

قبلہ من

خدا کی قسم کہ آقائے محمد حسین کی ناسازی طبیعت کے خیال سے دل ہر وقت رنجیدہ رہتا ہے۔ خدائے قادر مرقوت کے سمندر کے اس موتی کو سلامت رکھے اور

۱- متن میں ”سرتا پائے آں نہ گزرتہ بہ مطلوب الہ بہ پارت“ ہے۔ ظاہر ہے ”نہ گزرتہ“ کی جگہ دست ”نہ گزرتہ“ ہی ہو سکتا ہے۔ ترجمہ اسی قیاس پر کیا گیا ہے۔

تندرستی عطا کرے۔ اگرچہ فدوی کو کلکتہ کے ملا حوں کے جھگڑے اور ان کے بھاگ جانے کے سبب اور اس کشتی کے ہاتھ سے نکل جانے اور دوسری کشتی تلاش کرنے کے باعث ہوگی بندر میں پانچ دن اور بھی ٹھہرنا پڑا اور میں نے آقا صاحب کی تندرستی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے سرکار نواب صاحب کے ایک اہل کار کے ذریعے ایک خط آپ کے نام لکھ کر بھجوا یا تھا۔ لیکن چونکہ ان پانچ دنوں میں اس کا جواب نہیں آیا تو میرا دل اور بھی پریشان ہو گیا۔ ہر دم زبان پر یہی دعا ہے کہ خدا کرے وہ صحت مند ہو گئے ہوں۔ جناب کی ہمدردی کا وہ انداز جو میں نے اپنے حق میں دیکھا ہے ایسا نہیں کہ اس کثیر سے قلیل کی وضاحت بھی کی جاسکے۔ خدا کی قسم آپ کے اخلاق کی تقویت کی بنا پر میں دہلی کی جدائی کا غم بھول گیا تھا۔ شکر ہے اور لاکھوں شکر کہ مسافرت میں مجھے ارباب وطن میں سے ایک وقیع شخص مل گیا۔ لیکن افسوس (اس کا ہے) کہ آئندہ ملاقات کی امید نہیں۔ جناب مرزا صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ دہلی پہنچوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ (ان کے آنے کا) اتفاق ہو۔ لیکن میرا ہاتھ آپ کے دامن تک دوبارہ نہیں پہنچے گا۔ افسوس مجھ پر اور میرے نصیب پر۔ آج کہ منگل کا دن ہے مرشد آباد میں ہوں اور کشتی کی تلاش ہے۔ امید کرتا ہوں کہ ان ہی ایک دو روز میں دریائے راستے روانہ ہو جاؤں گا۔ اللہ بس باقی ہوں۔

خط (۱۵/۳۲)

مخدوم من:

اگرچہ ہوگی کا قیام اختیاری نہیں تھا لیکن اس خط کے جواب کے انتظار نے

جواناب علی اکبر خان کے دلیل کے توسط سے بھیجا تھا، مجھے انتظار کی کیفیت میں سرست رکھا۔ اور خدا جانتا ہے کہ اس خط کا بجز آغا محمد حسین خان کی خیریت معلوم کرنے کے اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ جب ان پانچ روز کے توقف کے دوران کوئی جواب نہ آیا اور کشتی کا بندوبست ہو گیا تو افسردہ دل چل پڑا۔ خدا کی قسم کسی پڑاؤ پر بھی آغا محمد حسین کی خیریت سے غافل نہیں رہا اور آج بھی وہ نگاہ بدستور ہے۔

قدوی نامہ جناب مرزا احمد بیگ خان دام مجدہ کے خط کے ساتھ مرشد آباد سے ارسال کر دیا گیا۔ کیا اچھا ہوا اگر پہنچ چکا ہو۔ خدا کے واسطے اس خط کے جواب میں چند سطریں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر قدوی مرزا احمد بیگ خان کے اسی خط کے ساتھ بھیج دیں۔ وہ گرامی نامہ مجھے ہاندے میں مل جائے گا اور اس غزوہ کے لیے سرمایہ آرام جان ہوگا۔ آغا صاحب کی خدمت میں سلام شوق لیکن محض زبانی نہیں بلکہ اس خط کو انہیں دکھائیں کہ درحقیقت یہ خط پہلے تو جناب عالی کے لیے ہے اور اس کے بعد ہندوگان حضرت آغا کے لیے۔ خط دو کاغذوں پر اس لیے نہیں لکھا کہ ہلکا رہے۔ اور انصاف بالائے طاعت۔ مضمون (دونوں میں) سوائے سلام عرض کرنے دعا گوئی اور طریق خیریت طلبی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس عاجز کا یہ حال ہے کہ آج عظیم آباد کے گھاٹ کے کنارے بیٹھا ہوں اور کل عازم منزل مراد ہوں گا۔ خدا مجھے میرے آشیانے پہنچائے اور میری رات کی سحر کر دے۔ والسلام۔

قبلہ من:

آغا صاحب کی صحت پانے کی خوش خبری نے دل کوتاڑا اور روح کو شاد کر دیا۔ خدا ان کو زندہ رکھے اور بلند مراتب پر پہنچائے۔ خدا کی قسم آغا کے ساتھ مجھے بڑا دل سے محبت ہے۔ ہر چند کہ الفت و محبت کا اظہار میرا شیوہ نہیں لیکن زبان کا کیا کروں کہ بجز سچی بات کے نہیں بولتی۔ جناب عالی کی ذات گرامی سے مہر و محبت کا دعویٰ بے ادبی ہے۔ خدا کی قسم کہ آپ نے کلکتہ میں غربت کا دکھ اور بے کسی کا غم میرے دل سے محو کر دیا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ کلکتہ دہلی ہے اور غربت وطن ہے، قید خانہ گلستان ہے اور میا بان چمن۔ آپ میرے بزرگ ہیں اور میری جان و تن کے پرورش کرنے والے۔ بالآخر جمعہ کے روز کہ جمادی الاول کی پہلی تاریخ تھی باندے پہنچا۔ ہفتے کے روز اس جگہ سے روانہ ہو جاؤں گا۔ کولبرک صاحب ریزیڈنٹ دہلی کو عہدے سے معزول کر دیا گیا ہے اور فرانسس ہاکنس صاحب حاکم دہلی تعینات ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رحمدل اور سلیم الطبع انسان ہے لیکن افسوس کہ سیر و شکار کی طرف مائل ہو گیا ہے اور بے پروا واقع ہوا ہے۔ مظلوموں کی فریاد پر کان نہیں دھرتا اور ستم زدوں کو انصاف کا جھلانہ نہیں دیتا۔ ہر چند کہ میرے مقدمہ میں مرکزی دفتر کا حکم محکم ہے لیکن جناب کے ملازموں سے اور آغا صاحب سے اس امر کی امید رکھتا ہوں کہ پہلے حالات ٹٹولیں اور معلوم کر لیں کہ مسٹر فرانسس ہاکنس بہادر کئے کہ اس سے بیشتر حاکمان تمام و گل کے حاکم اقل تھے اور اب بریلی سے دہلی پہنچ کر دہلی کی ریزیڈنسی

پر تعینات ہیں، جناب کرنیل صاحب سے محبت کے تعلقات ہیں یا نہیں۔ اگر ایک دوسرے سے آشنا نہیں تو خیر اور اگر آپس میں دوستی ہو تو آپ اور آغا صاحب میری جانب سے خانم کی خدمت میں تسلیات پہنچا کر اور ان کو میری بیچاریگی یا ودلا کر اتنا کریں کہ ایک سفارشی خط ہاتھ آجائے۔ (اس طرح) کہ حکومت کا حکم اور کرنیل صاحب کی تحریر دونوں مل کر مہربانی کے حصول اور نجات کی منزل کے وصول کا ذریعہ بن سکے۔ اگرچہ میں کلکتہ میں نہیں ہوں لیکن آپ کا اور آغا صاحب کا وہاں ہونا ضروری ہے۔ میری موجودگی کے وقت بھی کام آپ کی مہربانی ہی سے ہوا کرتا تھا اور بس۔ بلکہ اگر اس تمنا کے عرض کرنے میں اس کی ضرورت پڑے کہ کرنیل صاحب کے لیے میرے عبودیت نامے کی ضرورت ہو تو (میری طرف سے) اجازت ہے کہ مناسب القاب و آداب لکھ کر پیش کر دیں۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ ضرورت اس قدر اصرار کی نہ ہوگی۔ آغا صاحب کی خدمت میں ہمد شوق سلام اور یہ ہزار بار رز و پیام پیش ہے۔ اگرچہ مرض رفع ہو گیا ہے لیکن لا پرواہی نہیں کرنی چاہیے اور احتیاط نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مضمون مذکور ذہن نشین کر لینا چاہیے اور میری بے کسی بھی یاد رکھنی چاہیے۔ ابتدا میں آپ نے مناسب کوشش کی ہے۔ اب جبکہ گرہ کے کھلنے کا وقت آ پہنچا ہے توجہ کرنی چاہیے۔ خانم اور قبیلہ کی خدمت میں میری بندگی پہنچے۔ اگر خدا نے چاہا اور ہاکنس صاحب کرنیل صاحب کے دوست لکھے اور چشمی ہاتھ آگئی تو ایک علیحدہ خط یہ پتہ لکھ کر دہلی بھیج دیں کہ ”بمقام دہلی کھاری باؤلی میں نواب نوازش خان کے دیوان خانے کے قریب عبدالرحمن خان کی حویلی میں اسد کے مطالعہ کو پہنچے۔“

قبلہ من:

اگر معافی کا پکا یقین نہ ہوتا تو دل میں خط لکھنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ مانا کہ جناب نے میرا جرم معاف کر دیا اور میری خطا پر خط تہنیت بھیج دیا (لیکن) اپنے آپ کو اپنی نظر میں کس طرح باعزت گردانوں۔ ع۔ اگر گناہ بخشد شرمساری ہست۔ (ترجمہ) اگر گناہ بخشد میں (پھر بھی) غیالت (باقی) ہے۔ نور چشم محمد مرزا کے واقعہ پر جو میرے قلم سے تعزیت کی کوئی سطر نہیں نکلی (تو اس غلطی پر) مجھے زیادہ سے زیادہ ذلیل و خوار کریں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ کئی دن تاریخ کی سوچ میں اور پھر بہت سے دن میری اپنی پریشانی میں گزر گئے لیکن اب تک نہ محمد مرزا کی وفات کی تاریخ ہی مکمل ہوئی اور نہ میرے جینے کی ہی کوئی صورت بنی۔ اس شہر کے حاکم نے میرا گھر بارقا کے سیلاب کے حوالے کر دیا۔ اور میری محنت اور صعوبت کو ضائع اور میرے حق کو تلف کر دیا۔ اگرچہ اس شکستگی کا مرہم اور اس خشکی کا درمان حاکمان دفتر مرکزی کے دواخانے میں ہے، لیکن مجھ جیسے آدمی کے لیے دوبارہ اس عدالت میں پہنچنا مشکل ہے۔ سن رہا ہوں کہ نواب گورنر بہادر ہندوستان آرہے ہیں۔ اب دیکھتا ہوں کہ اس لشکر کی گرد میری آنکھوں کا سرمہ بنتی ہے یا میری خاک اس موکب عالی کی جولاں گاہ۔ حضرت خدا آپ کو سلامت رکھے اس حاکم کی بے تمیزی اور نا انصافی سے میرے کام

۱۔ متن میں "دل بہ نگارش نامہ ہادی فی وارڈ" ہے۔ اصل یہ "دل بہ نگارش نامہ ہادی فی وارڈ" ہے۔ ترجمہ اس ہی قیاس پر کیا گیا ہے۔

میں ایسی کنڈت پڑ گئی ہے کہ ہزار زبان سے بھی اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ (اس نے) کامیابی اور ناکامی سے قطع نظر خواص کے طعنوں اور عوام کی فہمی کو تحریک دی ہے اور میرے دل کے خون میں ایک قیامت برپا کر دی ہے۔ اس زار نالی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ اگر خط لکھنے میں کچھ دیر ہو جائے تو بے وفائی کا الزام مجھ پر نہ آئے۔ زیادہ نیاز۔

مخط (۱۸/۴۵)

اے بندہ نواذ

ایک طویل عرصہ سے آپ کے احوال سے بے خبر ہوں۔ کیا بتاؤں کہ کیسا خون میں تڑپ رہا ہوں اور کیسی جان کنی میں مبتلا ہوں۔ میں خود ایسے اندھیرے سے دوچار ہوں کہ فرط سراسیمگی سے دن رات کی اور ہاتھ پیر کی سدھ بدھ نہیں ہے۔ اپنے حال پر توجہ دینے کی فرصت کہاں اور خضاب (۱) لگانے کا دھیان کسے۔

میں جانتا ہوں کہ محمد مرزا کے واقعے سے آپ رنجیدہ اور حالات کی ناسازی سے اپنی ادھیڑ بن میں لگے ہیں۔ خدا آپ کو شاد اور قید غم سے آزاد رکھے۔ ان دنوں اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ کی فضا وبائی ہوا کا میدان ہے۔ سخت پریشان ہو گیا ہوں۔ خدا کے واسطے اس انتشار خاطر اور افسردگی کے باوجود مجھ پر مہربانی فرمائیے اور

۱۔ ”سید سقنی“ سے مفہوم خضاب لگانے کا وہاں ہے لیکن بھاریہ غالب کی اپنی اختراع معلوم ہوتی ہے۔ یہ کوئی مستحضر ناظر نہیں۔

دو تین سطریں اپنی خیریت کی لکھ دیجئے اور حکیم صاحب کی صحت و عافیت کو (اس خط کا) ضمیمہ کیجئے اور اس کے بعد کہ یہ حالات پورے اور کامل طور سے تحریر میں آجائیں تو اپنی خیریت کا مختصر احوال بھی درج کر دیں کہ میرا دل سو طرح سے آپ کی طرف متوجہ ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی (ترجمہ) اور سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

خط (۱۹/۴۶)

قبلہ من:

حیران ہوں کہ مجھ سے ایسا کونسا بیماری جرم سرزد ہو گیا ہے کہ میں اس ساری سزا کا مستحق ہو گیا۔ جناب عالی نے کبھی مجھے خط نہیں لکھا اور (نہ ہی) میرے فدوی ناموں کا جواب بھیجا۔ مرزا احمد بیگ خان کو کیا ہو گیا کہ تین ماہ گزر گئے اور ان کا کوئی خط نظر افروز نہیں ہوا۔ میں دہلی میں ایسے اندھیرے دوچار کہ خدا دشمن کو نہ دکھائے تو اماندہ پڑا ہوں اور کلکتے کے مہربانوں نے مجھ سے رہنمائی نکسرموڑ لیا ہے۔ فلاں بیگ نے کہ جن کی ذات اور احوال سے متعلق میں نے کچھ آپ کے گوش گزار کیا ہے آسمان کو اپنے موافق دیکھ کر مصالحت کا ورق لوٹ دیا ہے اور بے وفائی کا خط بڑھ لیا ہے۔ دوستی کا عہد تو ذکر میرے قتل پر کمر باندھ لی ہے۔ معلوم شاید کلکتے کے خاص و عام پر اس کا حکم چلتا ہے کہ سارے دوست اس کی پیروی پر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ان کا غیض و غضب بڑھ رہا ہے اور ان کی وقایہ میں کمی آرہی ہے۔

خدا کی قسم کہ مرزا احمد بیگ خان کے خط کے نہ ملنے سے مجھے سخت رنج ہے۔ مہربانی کو

کیا ہوا اور دوستی کہاں گئی۔ اب مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب نے فلاں بیک سے تعلق کی خاطر مجھ سے نامہ و پیام بند کر دیا ہے۔ میں نے بھی خط لکھنے سے کنارہ کر لیا ہے۔ اور آپ کو کیا کہوں کہ (آپ نے تو) پہلے ون ہی سے نامہ و پیام کی رسم نہیں بنائی ہے۔ مجبوراً بہ اختیار گمان جو آپ کی عنایات پر تھا، یہ عرضداشت خدمت میں ارسال کی۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ اس کا جواب نہیں آئے گا لیکن (اب بھی) مجھے آپ پر آدھا گمان ہے اور (اس میں) آزمائش کی گنجائش ہے۔ زیادہ زیادہ۔

آغا صاحب نامہ ریان کی خدمت میں فدیہ و پانہ آداب اور فقیرانہ تسلیمات قبول ہوں۔ اس صورت میں کہ اس گہنگار کی طرف سے آداب نیاز کا قبول کرنا فلاں بیک کی جانب سے رنجش کے امکان کا باعث نہ ہو۔ والسلام اور خاتمہ بالکفیر۔

خط (۲۰/۳۷)

تقریف و توصیف و آداب و تسلیمات۔ یہ ساری تمہید غالب و ہلوی کے نیاز نامے کا جواب (۱) بھیجنے کے تقاضے کی ہے۔ اگر بھیج دیا ہے تو شکر صد شکر ورنہ دوبارہ (بھی) درخواست (ہے)۔

۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ”مودیت نامہ“ سے قبل لفظ ”پانہ“ درج ہونے سے مدغم کیا ہے۔ ترجمانی قیاس پر کیا گیا ہے۔

بنام ادارہ جام جہاں نما

خط (۱/۳۸)

اوراق جام جہاں نما کا چہرہ منوار نے والوں کی نظر میں انصاف کے طالب اسد اللہ خان کی عرضداشت کا یہ مقصد رہنا چاہیے کہ یہ تنگ وجود کہ جس کا نام اسد اللہ خان ہے اور جو مرزا نوشہ کے نام سے معروف ہے اور جس کا تخلص غالب ہے اور جو نصر اللہ بیگ خان (مرحوم) جاگیردار سوٹک سونسا کا بھتیجا ہے اپنا حق کہ جو انگریزی سرکار کا عطیہ ہے فیروز پور کے جاگیردار سے طلب کر رہا ہے۔ اس مقدمے کے احوال کی تحقیق و تفتیش مرکزی دفتر کے حکم کے مطابق ریز پڈنی دہلی کے محکمہ والا شان میں جاری ہے اور اصل مقدمہ عالم پناہ کونسل عالیہ کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ لیکن چونکہ جاگیردار فیروز پور دولت مند ہے اور میں مفلس خاص و عام کے گروہ کے گروہ اُس کی حمایت میں متعلق و متحد ہیں۔ اس وجہ سے سارے خبر نگار ریز پڈنی کے دفتر میں اُس ثواب کی خاطر کہ جو انہیں میرے آزار سے ملنے کی امید ہے میرے مقدمے کے احوال کو نامناسب عنوانات سے مذکور و مشہور کر رہے ہیں اور جام جہاں نما کے مطبع میں بھی بھیج رہے ہیں اور یہ خلاف واقعہ خبریں چھپ بھی رہی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ پورے شہر سے لڑا نہیں جاسکتا اور (ساری) مخلوق کو اپنے حال سے آگاہ نہیں کیا جاسکتا۔ ستاروں بھرے آسمان اور دشمنوں سے بھری دنیا کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ مجبوراً دشمنوں کے دبدبے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور مطبع کے عمائدین سے یہ چاہتا ہوں کہ بے کسوں کی حمایت پر توجہ دیں اور یہ چند مطبوعہ اوراق جام جہاں نما

میں چھاپ دیں۔ اور آئندہ جو خبر بھی کہ اس سرگشتہ و گمنام کے بارے میں دہلی سے پہنچے اس کو نظر انداز کریں اور جام جہان نما میں نہ چھاپیں۔ اور یہ درخواست ہمیشہ کے لیے ہے اور مجھے اس التماس کے قبول کیے جانے پر اصرار ہے۔

ہنام شیخ ناسخ

مخط (۱/۳۹)

سبحان اللہ

میری متاع کا اس تمام ناقداری کے باوجود (کیا) کوئی خریدار ہے اور میری اس بے حیثیتی کے باوصف کیا کوئی میرا غمخوار ہے کیا کروں کہ شکر ادا نہ کر دہ نہ رہ جائے۔ بے شک اس سلسلے میں بے اختیار زبان پر آتا ہے ”جان تیرے اوپر قربان ہو“۔ مسابقت میں غیرت اور جان گذاری میں حوصلہ (غی کی ضرورت ہوتی ہے)۔ وہ جان جسے جو انورد و دشمنوں پر وارنے سے دریغ نہیں کرتے اگر ایک دوست کے قدموں پر فحش اور کردی جائے (تو) ظاہر ہے کہ اس سے حق و فاکس قدر ادا ہو سکے گا۔

قبلہ اور دیکھی غالب کے قبلہ گاؤ خدا آپ کو سلامت رکھے

مکتوب بھٹکس رقم نے مشام آرزو کو معطر کر دیا اور چہرہ آبرو سے پردہ ہٹا دیا۔ جناب عالی کے قلم نے پرش احوال کے چند پردوں کے الثقافات کے زمزموں سے بات کو دو مقاماتے نشست پر ہمدی عطا کی۔ ایک ڈگری کی رقم کی مقدار کی پرش کے ضمن میں اور دوسرے سفر دکن کی رہنمائی میں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ پچھلے فدوی نامے

میں اس ذیل میں جو بات کہی گئی تھی وہ مکمل وضاحت سے تھی۔ ورنہ مجھ جیسے انسان کے لیے کہ جو (قرض خواہوں کے) تقاضوں کی تکفیل کا عادی ہے اور (جس نے) ایک طویل مدت قرض کے اضطراب میں گزاری ہے اس ہنگامے سے دل کو کوئی تنگی اور دکھ نہیں ہوتا اور جتنے روپے کی مجھ سے عدالت میں طلبی کی جا رہی ہے وہ اس لائق نہیں کہ میری طبیعت منقض کر سکے چونکہ پانچ ہزار سے زائد نہیں۔ زیور اور گھر کے فرنیچر کی قیمت سے پورا ہو جائے گا۔ (لیکن) جو (رقم) کہ مجھے ملنی چاہیے چالیس ہزار سے زائد اور پچاس ہزار سے کم ہے۔ لیکن محال ہے جو کبھی اس رقم کے اجرا کی آرزو دل کے پاس بھی پہنکی ہو میرے حال سے اسے کچھ مناسبت رہی ہو۔ لیکن ہاں اتنا مقدور ضرور ہو کہ بیٹھوں اور مٹھی مٹھی قرضخواہوں کے سرمایوں اور اس بلا سے کہ جسے دنیا کہتے ہیں کنارہ کر کے قلندر بن جاؤں اور ساری دنیا میں گھومتا پھروں۔ یہ جو تھوڑی عمر میں نے ضائع کی اور شاہ اودھ کی مدح نگاری کی اسی تمنا کی بزم کی آرائش اور اسی ہوس کے سرمایے کی در پوزہ گری میں تھی۔ چونکہ کام نہیں بنا اور میرے نقد نے شاہوں کے سنگین دلوں پر اثر نہیں کیا، میں نے منہ موڑ لیا اور اپنے آپ پر افسوس کیا۔ اب میں کہاں اور کون کا سفر کہاں۔ تیس سال رنگینیوں اور شراب و نقد میں گزر گئے۔ اب دل میں ان چیزوں کی خواہش بھی نہیں رہی (بلکہ) اب تو قیدِ تن سے رہائی کی خواہش پیدا ہو گئی ہے۔ بس اب تو صرف یہ آرزو ہے کہ سرزمینِ ایران گھوموں اور شیراز کے آسپدہ سے دیکھوں۔ اور اگر پائے عمر کو اس عرصے میں ٹھوکر نہ لگے تو انجام کار نجف اشرف پہنچ جاؤں اور اس (ہستی) کا مزار دیکھوں کہ جس نے مجھے میرے اجداد کے مذہب سے نکالا اور والہانہ طور پر اپنے زمرے میں شامل کر لیا (اور) مستانہ وار جان دوں اور فنا

کے تکیے پر سر رکھ دوں ۔

غالبؔ روشِ مردم آزاد چداست
رفقا را سیران رہ و ز اود چداست
ما ترک مراد را ارم می دانیم
واں باغچہ فصلی شد اود چداست

(ترجمہ) غالبؔ آزاد لوگوں کا چلن اور ہوتا ہے اور راہ و زار راہ کے گرفتاروں کا رویہ الگ چیز ہے۔

ہم ترکؔ آرزو ہی کو جنت سمجھتے ہیں ۔ جب کہ شدا د کا ترتیب داوہ باغچہ دوسری بات ہے۔

انصاف طاعت سے بڑھ کر ہے۔ سفر کا ارادہ قرض کی زنجیر کے ٹوٹنے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ زنجیر ٹوٹ گئی اور یہ راستے کا پتھر ہٹ گیا تو کیا محال ہے جو نجف کے علاوہ کسی دوسرے راستے پر چلوں اور تفت مجھ پر جو اس کے علاوہ کسی کی تلاش کروں۔ چند ولال بھلا میرا فخر کیا سمجھتا ہے اور میری روش کو کہاں پہنچتا ہے۔ بوڑھا سٹھیا یا ہوا جاہلؔ بات کرنے کے سلیقے سے بے بہرہ۔ وہ جو فارسی میں قیقل کو استاد سمجھتا ہے غالبؔ کو کیا کرے گا۔ اور وہ جو اردو میں نصیری کی تعریف کرتا ہے ناخ سے اسے کیا سروکار۔ اس کی اپنی عمر اتنی سے تہاؤز کر چکی ہے۔ میں جب تک اس کے پاس پہنچوں گا وہ (خود) جنم حاصل ہو چکا ہوگا۔

تمت

حصہ دوم

مکتوبات کا فارسی متن

والی من و مولای من

یکم جمادی الثانیہ روز یکشنبہ بختی سعی
 آوارگی در زاویۂ دہلی پای بدامن کشید. نازم آئین
 غم خواری و جان پروری نکویانے کہ درس سفر دیدہ
 روشناس کف پای آناں گشتہ کہ وطن را بہ مذاق من
 شوریدہ مشرب تلخ تر از غربت ساختہ است. باللہ واللہ
 ثم تاللہ کہ رسیدن بہ دہلی ہرگز تلافی اند وہ ہجران
 کلکتہ نہ کرد تا بہ شادی چہ رسد! بحال تباہے گرفتارم
 کہ ہر کہ از اہل نظر مرا بہ بیند نداند کہ این رہرو بمنزل
 رسیدہ است بلکہ پندارد دردمندیست تازہ از وطن
 بغربت افتادہ. آرمے چنینیم و چگونہ چنیں نباشد کہ
 مولوی سراج الدین احمد و مرزا احمد بیگ خان و
 مرزا ابوالقاسم خان را از کف دادہ باشد. وائے بر من و
 روزگار من! طرفگی این کہ در عرض این سہ سال رسم و
 راہ اعیان دہلی برگشتہ و نام مہر و وفا در نہاد یاران
 نماندہ. از دوستان موافق گروہی بہ آغاز جا خرامیدہ و

سرخوشان بزم انس جرعة فنا چشیدہ۔ گراں نمایگان و
 صاحبِ دلان در زوایاے خمول خزیدہ۔ و سفلگان و سفیہان
 رونقِ عرصہ دارو گیر گردیدہ۔ حال داد گاہ از داد خواہان
 تباہ تر و روزیہاے مردم از چشم بیوفایان سیاہ تر۔ یکی از
 آن جماعہ منم کہ تا رسیدہ ام 'بہر سو دویدہ ام و اثر آزم
 در ہیچ طینت ندیدہ ام۔ معزول بخود مشغول و منصوب
 شہر آشوب۔ عجب ایں کہ آن امیدوارِ اعادۂ شوکت زائلہ
 است و ایں بیمناک فناے سطوتِ حاصلہ۔ نامۂ نامی کہ
 دربانندہ بہ من رسیدہ بود 'سطری از اخبارِ نہضتِ ریات
 جہاں کشاے صاحبانِ خسرو نشان داشت۔ ہنوز آن
 چنان بروئے کار نیامدہ۔ ہماناکہ آن حکمِ نفاذ
 نیافتہ باشد۔ می خواستم عرض داشتی بداورِ مظلوم پرور
 نیستن و بہ شما فرستادن۔ چون ندانم سراپردہٴ بارگاہش
 رونق افزاے کدام مرز و بوم است 'نقش ایں آرزو را در دل
 گداختہ ام۔ وہم حالِ عرض داشتی کہ از باندا
 فرستادہ بودم 'ندانم کہ بروچہ گزشت و مرا در دل داد
 رجاے چہ مقدار است۔ ناچار بہ شما دردِ سر می دہم کہ
 خدا را بیکسیہاے مرا در نظر آورده حالِ عرض داشت
 مرسلہ از باندا و طریق گزشتن وی بہ نظر داد و مقدار

توجہ دی بسویں من آن چہ از انداز و ادا پدید آمده باشد
 رقم فرمایند۔ اگر ملفوف عنایت نامہ مرزا صاحب بہ
 فرستند، آسان تر۔ و اگر خواهند کہ جداگانہ بہ فرستند،
 عنوان رافت نامہ را بطغرائے این رقم بیارایند کہ ”این
 خط بہ دہلی در حویلی نواب عبدالرحمن خان بمطالعہ
 اسد بہ رسد“۔ خدایے گانا، چون ہرزہ رقم نامہ من از نقوش
 ولولہ شوق سادہ است، افسردہ دل از خودم ندانند، ہلک
 این مکتوبی است کہ در جوش پراگندگی و آشفتگی بہ
 شما نبشتہ ام تا حال من بر شما مجہول نہاند۔ پس از آن
 کہ خود را گرد آورده و نفس راست کردہ خواہم زیست،
 نیاز نام ہائے عاشقانہ من آن مایہ خواہد رسید کہ دفتر
 دفتر کاغذ پارہ فراہم خواہد شد۔ والسلام خیر ختام۔
 (پنج آہنگ: ۱۳۵)

(۲)

والی و مولای من،

امروز کہ ہشتم شوال و روز آدینہ است، وقت
 چاشت مہربانی نامہ در رسید و صلائے شادمانی بخشید
 و خاطر را از غم وارہانید۔ چون سرنامہ باز کردم، دیدم آن

چہ بہ چشم تصور می دیدم . خدای من با من
 است . بہ بہنم چہ می شود دوپہر کام کہ می گردد .
 جواب نامہ نامی را موقوف بر انکشاف حقائق و طلبی
 مرزا غلام عباس خان داشتہ ام . پس از یک ہفتہ
 خواہم نوشت آن چہ باید نوشت . خاطر جمع دارند ہندہ
 خود پندارند . این چند سطر کہ بہ شما می نویسم ' خاص
 از برای دیدن شماست . بکس منمائید ' خود بنگرید و از
 اندوہ من آگاہ شوید . نخست از ماجرائے داد خواہی
 خویشتن گویم ' تا نہفتگی با آشکار شود . سبحان اللہ چہ
 بے تامل از رگ کلکم فرو ریخت کہ از ماجرائے داد خواہی
 خویشتن گویم ! بہ حیرتم کہ چہ گویم از ماجرائے کہ خود
 نیز نمی دانم . مختصر مفید ' بہ دہلی رسیدم و از حکام
 استدعای اجرای حکم صدر کردم . پدید آمد کہ ہیچ حکم
 از صدر نہ رسیدہ است . ہمانان کاغذ گم شدہ بود و بہ باد
 رفتہ . حاکم رحمت کرد و بہ صدر نبشت . مثنیٰ باز آمد .
 حاکم آن را دید و خط بہ شمس الدین احمد خان نبشت و
 حال متعلقان نصر اللہ بیگ خان باز جست . مدعی علیہ
 جواب فرستادہ کہ بہ موجب پروانہ مہری جرنیل
 لارڈلیک بہادر پہنچ ہزار روپیہ سالانہ ہذاں گروہ

می دہم۔ حاکم اصل سند برائے ملاحظہ طلبید۔ چوں
 رسید، نقلش بہ دفتر داشت و اصل بہ فرستندہ باز داد۔
 نقل آن نقل بہ من عنایت شد۔ جواب آن ہرچہ بہ دانش
 خداداد من پسندیدہ نمود، نوشتہ و بہ محکمۂ فرستادم۔
 دیگر جز این قدر نہ دانم کہ حال چیست و ماجرا چہ معنی
 دارد۔ فلان بیگ بہ مقتضای طمع مال کمر بہ کنیم
 استوار بستہ اند و در نظر خلق اعانت خواہر و کود کانش
 را سرمایۂ تاویل و تسویل قرار دادہ اند۔ من مرد حق جوئے
 حق پرستم، راست می گویم و حق می جویم۔ نہ عنوئے
 شمس الدین خان صاحبم و نہ دشمن خواجہ حاجی و
 پسرانش۔ شمس الدین خان برادر زن من است و خواجہ
 حاجی پسر بارگیر جدّ من و پسرانش از دو پشت خانہ زاد
 و از سہ پشت نمک خوار من۔ از احمد بخش خان کہ برادر
 زن عمّ من و برادر پدر زن من بود، دو شکایت داشتم و
 دارم: یکی تقلیل مقدار وجہ پرورش بے وقوع جرم و گناہ،
 دوم شمول خواجہ حاجی بے ثبوت وجہ استحقاق، و
 مجموع عرائض من ازیں ہر دو شکوہ لہریز است۔
 شمس الدین خان سندی بہ تعداد پنج ہزار روپیہ سالانہ
 بہ محکمہ گزراندہ و مرا ہیچ ازیں معارضہ پروانیست۔

فلان بیگ زراہ فتنہ انگیزی و خلاف نمائی دشمنہ
 برگلویم رانده و مرا ہیچ ازین عربده محابانیست۔ پشت
 گرمی من اولاً به امید عدل و داد اہالی سرکار است و ثانیاً
 به اعتماد حق گونی خویش۔ واللہ یفعل ما یشاء و یحکم
 ما یرید۔ کارہا بخدا سپرده ام و از ہجوم اعدا باک ندارم۔
 سر موسیٰ از تن ابراہیم در آتش نمرود نہ سوخت و گرد
 فتوری از انبوه سحرۃ فرعون براندام موسیٰ نہ نشست۔
 مرا چہ ضرور است با خداے توانا بدگمان بودن و از
 فتنہ انگیزی اعدا ہراسان بودن!

حال جامہ گذاشتن کرنیل املاک صاحب پیش
 از ورود گرامی نامہ بہ زبان یکے از صاحبان والا شان
 شنودہ ام۔ برایہ مخدومی مرزا ابوالقاسم خان صاحب و
 مشفق آقا محمد حسین صاحب سخت غمین بودہ ام۔
 خدا کند در وصیت نامہ امری مندرج باشد کہ برایہ این
 صاحبان کفایت کند افسوس! از حال مخدومی نواب
 مہدی علی خان بہادر خبرم نیست امن خود ازین
 سراسیمگی ہا کہ از یحییٰ و یسار در شکنجہ بیم و خطر
 کشیدہ اند، مجال نامہ نگاری نیافتہ ام! و نواب صاحب را
 کجا دماغ یاد آوردن خاکساران است۔ ہمیں دم در حالت

تحریر این سطور مرزا داؤد بیگ رسیدند و نامہ مرقومہ ۲۸ رمضان رسانیدند۔ چون جواب آن مجموع مراقب بطریق کشف پیش از ورودش نگارش یافته است، بہ پاسخ تازہ التفات نکردم۔ فلاں بیگ حال مرا پرسیدہ اند۔ خوشحال من کہ خدا را توانا و دانا میدانم و انبیا را مرسل من اللہ و حسین را بندہ حق و طالب حق و برگزیدہ حق می شناسم و یزید را ظالم و نا انصاف و فاسق می شمارم! زیادہ زیادہ است۔

(۳)

والی من و مولای من

ہفت دہم شوال و یازدہم اپریل، روز یکشنبہ دم صبح ہوقتی کہ باد بہاری دروزیدن و غنچہ در شگفتن و گل درد میدان بود، دل کشا نامہ رسید و جیب و کنارم بہ گل انپاشت و مسرت و رودش مرا بہ سرمایہ نشاط تونگر ساخت۔ بہ خدا کہ رسیدن این نامہ از حوصلہ تمنای من افزون بود، چہ خود من از سراسیمگی ہرزہ عنوان نامہ بہ کانپور فرستادہ ہوں۔ نہ نشان دولت کدہ در نظر داشتم و نہ زمان و رود شما می دانستم۔ بالجملہ تامکتوب شما را

نگریستم 'صدبار بلک پېش' بر سر و چشم نہادم و جان
 بر فرقِ فرقدان سائے شما نثار کردم۔ ہم مرا از تفرقہ رسیدن
 و نرسیدن نامہ من نجات دادید و ہم مرا از تردد حرکت و
 سکون خود و رہانیدید۔ بر سلامت حال شما سہاس
 بہ جائے آوردم و خدائے را ثنا ہائے بے اندازہ گفتم۔ حقاً کہ
 از خوبان روزگارید۔ سلامت باشید۔ انصاف بالائے
 طاعت۔ مرزا احمد بیگ خان عالم مہر و جہان وفایند۔
 دو سہ ماہ از حال من چشم پوشیدہ بودند و از تحریر دست
 باز کشیدہ۔ ہفتہ می گزرد کہ دو تا نامہ از آن جانب رسید۔
 عذر کوتہ قلمیہا خواستہ بودند و حالہا بہ تحریر در
 آورده۔ ازین سو نیز پاسخہا روان شدہ۔ بہ تقریب اطلاع
 باز گفتم شد۔ جان من 'ماجرای این است کہ مرا از آغاز تظلم
 از احمد بخش خان دو شکایت است: یکی تقلیل مقدار
 وجہ پرورش و دوم شمول خواجہ حاجی۔ اکنون کہ کار بہ
 دادار (دادار) افتاد' بالفرض اگر ہمہ پنج ہزار روپیہ وجہ
 پرورش متعلقان نصر اللہ بیگ خان قرار خواہد یافت'
 مرا خود شکوہ شمول حاجی خواہد بود۔ بہ خدا کہ

۱- کجی لفظ دادار لڑکا دار ہے۔ اور درجہ سہ کی قیاس پر کیا گیا ہے۔

فلاں بیگ در پئے آزار من است و اعانت خواہر زادگان را
 دست آویزستم ساخته است! آخر روزی بود و روزگاری
 کہ فلاں بیگ و شوہر خواہرش ہر دو در رسالۃ نصر اللہ
 بیگ بے چارہ نوکر بودند۔ اینہا از سہ پشت نمک پروردہ
 آبائے منند و آن کافر غدار پس از مردن عم من پراگندہ
 چند را کہ فلاں بیگ از آنان بود با خود گرد کردہ نقد و
 جنس و اسب و فیل و خیمہ و خرگاہ عم مرا پاک
 خورد۔ حالا برخے برای سیرابی بیان و سختی جہت پرکن
 صفحہ حال اصل مقدمہ شرح میدہم کہ جان من ہلکہ
 خوش تراز جان من 'تبا بہ دہلی رسیدم و از حکام
 مستدعی اجرای حکم صدر شدم' ہدید آمد کہ نقل رپورٹ
 کولبرک صاحب موجود است و نشان حکم صدر در دفتر
 ہدید نیست۔ حاکم خواہی از راہ توجہ 'خواہی موافق
 ضابطہ' خواہی برای اثبات صدق و کذب دعوی من بہ
 صدر نبشت۔ چون راست گفتہ بودم 'مثنی از صدر
 رسید۔ حاکم خط بہ مدعی علیہ نوشت۔ مدعی علیہ
 سندی بہ مہر جرنیل لیک صاحب مشتمل بر تعداد
 پنج ہزار روپیہ سالانہ فرستاد و گفت: "بہ موجب این سند
 پنج ہزار روپیہ بہ خویشان نصر اللہ بیگ خاں می دہم۔"

حاکم نقل آن سند به من داد و از من جواب طلبید . من
 جواب آن سند به محکمہ رسانیدم . فی الحقیقۃ آن سند
 جعلی است و من جعلیت آن سند را بدلائل ثابت کردہ ام .
 از آن جملہ یکی اینست کہ نقل آن سند از دہلی تا کلکتہ
 در ہیچ کدام دفتر کردہ نیست . حالیا حال دادگاہ اینست کہ
 حاکم در آمیزش بستہ و باعثکاف نشستہ است . کارہا
 درہم و حالہا برہم . اہل دفتر سوگند
 می خورند کہ جز پروانہ ہائے ماہ واری ہیچ گونه تحریر
 دست نزدہ ایم . و مشاہدہ نیز گواہ این معنی است . حاکم
 کجا ' تابوے رسم و حالہا بازگویم انا کہ حاکم بار می داد '
 می رفتم و می نشستم . چون ذوق شعر و سخن داشت '
 اغلب اوقات سخن ازین عالم می رفت و مطلب ہم گفتہ
 می شد . در آن روزہا موقع این راز نہ بود ' چہ مفسد سر بہ
 شورش برنداشتہ بود . چگونہ پیش از مرگ او یلا
 کرد می ؟ ایدون کہ گردفتنہ بلند شد ' مرا چہ کہ ہیچ کس را
 بہ داور راہ نیست . گویند ' حاکم آن می خواہد کہ اگر
 مرا نوید استقلال از صدر رسد ' بہ کارہا گرایم . باید دید این
 تفرقہ کسے برخیزد و حاکم مستقل درین میانہ کہ باشد .
 ماجرانے داد خواہی غالب بلاکش اینست کہ بہ سہیل

ایجاز و اختصار گفته شد.

(۴)

جانسی که الطف اجزای آن به تحلیل رفته و
کدورتی چون دُرد از باده و خاکستر از آتش و مانده است،
اگر به پای دوست افشانم، ترسم که پای نازنینش رنجه
گردد و اگر آمادۀ این نثار نگردم، در عالم وداد شرم
سار باشم، چه کنم تا حق محبت گزارده و سپاس عنایت
بجا آورده باشم؟ مشاهدۀ صفوت نامۀ خُلّت رقم دیده را
آئینه دار جلوۀ شاهد مدعا ساخت و عالم عالم اسرار
در نظر آورد: اغلب که بعد ارسال این همایون صحیفه نامۀ
دیگر از اسدالّٰه به نظر گزشته باشد. سخن این است که
بارگرانی دارم اگر دوش همت نه دزدند و کریمانه این بار
گران را کشیدن توانند، و دانم که چنین کنید، چه از
کریمان روزگارید، حال آن داد کده و اوضاع اعیان آن
گرامی محکمه در نظر دارم. حقّا که هم چنین است که رقم
کرده اید. اما دردمند چه کند، اگر نتالد؟ ماتم زده جز مویه
چه داند و مجروح جز مرهم چه جوید؟ حال پرنسپ
صاحب میدانم که بدیسی معامله علاقه نه دارند. لیکن

چوں از من و کارِ من پاره آگاہند و در عهد حکومت خود
 مرا پیش ثواب معلی القاب به جلالت قدر و اشاعت
 استحقاق ستوده اند، دوستانه مکتوبی نوشته ام خدایا
 این قدر به ظہور آید کہ نامہ مرا فروگیرد و وکیل مرا
 بوکالت بہ پزیرد۔ آن گاہ کارہا انسب و امید ہا فراوان خدا
 را سعی باید کرد۔ و این خود از تنگ ظرفی من است کہ
 خود را پیش شما سفارش می کنم، ورنہ در حقیقت کار من
 کار شماست۔ و انصاف بالانے طاعت، اگر کار خود را کار
 شما نمی دانستمی، چہ گونه این سترگ رازہا بہ شما
 می نہادم و خود را سراسر بہ شما می سپردم! رعایت این
 معنی باید داشت کہ ہر نامہ کہ از من ہر سد، آنرا بہ خوانید
 و بہ مولانا بہ نمائید و از ہم بدید و بہ آب و آتش افکنید۔
 مطلب قدیم را بہ دوشی (۱) جدید پیرایہ اظہار دادہ نزد
 منشی صاحب فرستادہ ام۔ آن را بنگرید و بہ سنجیدہ و
 بہ مخ کارہا وارسید۔

(پنج آہنگ: ۱۳۳)

اس درست "ہدایتی جدید" معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ اس کا قیاس پر کیا گیا ہے۔

قبلہ حاجات

دی روز کہ پانزدہم اکتوبر بود ' قدسی صحیفہ
مکتوبہ بست و نهم ستمبر با یک ورق آئینہ سکندر
رسید۔ اما در آن لفافہ اوراق اخبار را ہر چند جستہ کمتر
یافتم۔ تنہا ورق اشتہار بود ' دیگر ہیچ - گفتم : "مخدوم
فرستادن ورقی کافی شمرده باشند"۔ چون نامہ کشودم و
جادہ سطورش بہ پای نگاہ پیمودم ' دیدم کہ مخدوم
اوراق اخبار را بالا ستیحاب در لفافہ نشان می دهند و آن
خود دریں لفافہ وجود ندارد۔ دانستم ہنگام ہیچیدن
نامہ نور دیدن تمام اوراق از یاد رفتہ باشد۔ بای حال دیدہ
بہ مشاہدہ ورق آئینہ سکندر نورانی گردید و روانی
عبارتش نظارہ را بہ گوہر کشید۔ بیان ہای خوش و
خبر ہای دل کش۔ مردم این دیار بسکہ از نامعتمدی
اخبار جام جہاں نماملول اند ' ذوقی درست باخبار
نہ دارند۔ بالجملہ کہ مراسعی در رواج این اوراق بیش از
آن است کہ گفتہ آید ' اما عجالاً بر این مراد خیرہ نہ توان
شد۔ اخوی صاحب قبلہ بطوع خاطر خریدار اوراق اند '
بلکہ ہا من پیمان یک دلی بستہ سعی در رواج اخبار

دارند. مع ہذا بریں مایہ کوشش قانع نیستم. وثیقہ ہائے
دگران نیز خواہم فرستاد. از حال معاملہ آن چہ نگاشتنہ
کلیک تفقد طراز بود، جہل مرا بہ پدیرایۂ علم آراست، اما
نگرانی باین قدر آگہی از دل برنہ خاست.

(۶)

قبلہ من

زمانہ دراز گزشتہ ومی گزرد کہ بہ سواد گوہرین
نامہ دیدہ توتیائی نگشتہ. ازین پیش آن چہ بہ حکم
نوازی نوازش کردہ اید، نقش نگین ضمیر است. خاصہ
ہم در آن باب خار خاری دارم کہ محاسب خیال مدت
رسیدن پاسخ را بہ پایاں برد و ہنوز رنگی از آن بہار پدید
نیست. ماجرای من اینست کہ از دادکدۂ این خلاف آباد
خود را بہ یکسو کشیدہ نقش دیوار غم خانۂ خویش
گردیدہ ام. شمع امید در بزم خیال افروختہ و چشم بہ
دادگیرہای حکام صدر دوختہ دارم. چہ گویم کہ حکام
اطراف چہ ہنجارہا سر کردہ اند و چہ شیوہ ہا پیش گرفتہ!
اگر روزگارے ہم بدیں نہج خواہد گزشت، خانمانہا غرقۂ
سیلاب فنا خواہد گشت. خاصہ اندرین دیار کہ عمائد
روزگار غمازی و نمائی اختیار کردہ اند و حکام گوش

رغبت بدین مردم داده عالی بر عرض و مال خود لردان
 است. خستگان را مرہم نوازش جز بہ دارو کدہ صدر نشان
 نہ داده اند، 'چہ در آن بارگاہ حیف و میل را روئی نیست'
 ورنہ ہر سو غبارِ فتنہ بلند و آتشِ بیدا دقیز است. امروز
 کہ ۱۲ جنوری ست، 'جامِ جہاں نما آئینہ شہود این خبر
 گردید کہ در آن ناحیت و با شائع است من کہ خیر خواہ و
 دعا گوے دوستانم، 'چہ گویم کہ چہ قدر در اضطراب
 افتادہ ام۔ امید آن دارم کہ چہ زودتر بہ دادگریہائے من
 فرا رسید و نوید عافیت خود و دیگر منسبان و مخلصان
 خویش بہ فرستید' تا خاطرِ مشوش را ذریعہ تسکینی
 خواہد بود۔ چون بدیہی است کہ ملازمان از راہ شفقت و
 تفقّد پارہ از حال سرانجام کار این ستم زدہ نگارش
 خواہند فرمود، در استدعا ابرام نہ کردم، تا بد راز نفسی و
 خیرہ سری متّصف نہایدم شد۔ مخفی مماناد کہ زودی در
 نگارش پاسخ این نامہ جان بہ مردہ و آب بہ تشنہ
 بخشیدنست نست و کورنش من بہ ہزار رنگ خم تسلیم
 بہ جناب مولوی صاحب قبلہ عرض داشتی و سلام و
 شوق دیدار ہصد گونه موذت و وداد بہ خدمت
 آغا صاحب گزارش کردنی است۔ فقط

(پنج آہنگ: ۱۲۹)

ہر ضمیر منیر قبلۂ ارباب صفا پوشیدہ مباد کہ
 پس از روزگاری بہ ورودنامہ شادمان گشتہ سپاس
 عنایت بہ اندازۂ طاقت گزارده ام ' و دل را بہ سرمایۂ امید
 محتشم ساختہ بالجملہ ناسازی مزاج مولوی صاحب
 قبلہ در تاب و تبم افگندہ دود از نہاد صبر و شکیب
 ہر انگیختہ است۔ شما و عم بزرگوار شما از گران مایگان
 دہرو نیکوان روزگاراید۔ یارب ' سلامت باشید و دیر بہ
 مانید و جاوید گردید و از دہر نیکوئی ہا بہ بینید و
 بہایہ ہاے بلند رسید۔ یاد می کنم آن مہربانی ہاے شما
 کہ مرا بہ گوناگون پرسش و نوازش نواختید و غم غربت و
 اندوہ تنہائی از دلم ربودید۔ تا از شما دور افتادم ' روی
 راحت نہ دیدم و بوی وفا نہ شمیدم۔ خدا را ' اگرچہ بدان
 نیرزم کہ نامہ زود زود باید نوشت ' اما لطف گاہ گاہ دریغ
 نہاید داشت۔ دریں ہنگام کہ دل بہ طرف حضرت مولوی
 صاحب نگران و مزدۂ صحت و خوبی جویانست ' فرمان
 دادہ اید کہ غالب مغلوب مزخرفات خود را بہ نظر اعجاز
 اثر در آرد۔ جان پرورا ' کجا آن روزگاران کہ دست نوازش
 بردوش کلک رقاص کشیدمی و بہ نیروی فکر پنجمۂ

اریاب فن برقا فتمی۔ حالیا با خودم آویز شاہے
 رنگ رنگ و قافیہ سخن سنجی تنگ است۔ با این ہمہ
 آتشم ہے دود نیست۔ ریش دل درخونا بہ فشانی است و
 ناخن فکر سرگرم جگر کاوی۔ غزلی چند کہ از تازگی
 اندیشہ خبر می دہد، بتوقع اصلاح رقم می گردد۔

(۸)

ایں پوزش نامہ ایست از غم دیدہ اسد بہ جناب
 فیض مآب والی ولایت معنی 'مولوی سراج الدین
 صاحب۔ عنوان گزارش مدعا ایں کہ نگارش نامہ بہ
 جنبش نسیم ورود' جیب و کنارم را جہ ۱۱، گل اپناشت۔ و
 رنگ و نگارش پاسخ لا ابالیانہ نبودمی خواستم کہ
 سرمایہ تحریری دست بہم دہد و برق آگاہی از پردہ
 بدرخشد۔ ایدون 'کہ جادۂ مدعا طلبی بہایاں رسید' خامہ
 بفرق شناختن آغاز کرد و شوق ہنگامۂ پاسخ نگاری
 ساز کرد۔ فیض رسانا، نامۂ نامی شما از صحت وجود
 فانض الجود حضرت مولوی محمد خلیل الدین خان

۱۔ "جیب و کنارم را گل اپناشت" درست معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ کی قیاس پر کیا گیا ہے۔

آگهی ساخت. و حقا که پژوهنده این خبر و جوینده این نوید
 بودم. از من آداب زمینی بوس رسانند و عذر کوتاه قلمیها
 از خواهند. امید که در عرض یک دو هفته به خود آیم و
 خود را به ذریعه تحریر فریاد خاطر عاطفیشان دهم. دیگر
 همدرد آن مشکین صحیفه دعا گوئی خود را مژده ایمانی
 سرانجام خدمت استفتاداده اید و وثیقه که ذریعه استفتا
 تواند بود، نه فرستاده اید، اگرچه خود نیز از نفرستادن آن
 کاغذ و وعده ارسال آن در روزگار آینده اشعار فرموده اید.
 بهر رنگ از منتظران ایمانی سرانجام خدمتم
 توان دانست. مرا آنچه از گردش سپهر و ستاره پیش آمد،
 این ست که بتاریخ چارم منی که با یازدهم ذیقعدۀ تطابق
 داشت، رپوٹ مقدمه من به صدر روان شد. بی بی چه
 رپوٹ و کو مقدمه! رپوٹی چون طره خوابان خم اندر خم و
 چون حال دل بستگان درهم. از آن جا که در آغاز داور را
 بر خویش مهربان شناخته ام، شرمم باد، اگر سخن دراز
 کنم و نوائی شکوه ساز کنم. اگر بنای امیدم را استواری
 پایه تحریر صدر نبودی، اعیان این دادگاه رخنه در بنیان
 وجودم افکنده بودند، و زهر بلابل به ساغر مرادم کرده.
 انصاف بالا، طاعت، باین همه ناسازی زمانه غدار،

مذاق تحریرِ رپورٹ آن قدر ہا ناگوار ہم نیست . غایت ما
 فی الباب ایس کہ بار آوردن نہال مراد روزے چند دیر
 خواہد کشید . مدت ایزد را کہ عاقبت بخیر است . دیگر
 مدعی ناانصاف کہ بہ کلکتہ در غیبت من گرد فتنہ
 برانگیختہ و طرح بنای مجادلہ ریختہ است نہ دانم
 چہ زبونی در کار خویشتن دید و چہ جواب زہرہ گداز از
 بارگاہ یافت کہ حالیا بہ خواہر زادگان خود نبشتہ
 است کہ من از فکر کار شما غافل نیستم ، اما شما را
 باید کہ نخست رجوع بسرشتہ رسیدن نئی دہلی آورید
 و صفحہ چوں روی خود سیاہ کنید و بدرگاہ رسانید ، تا
 مراسرمایہ آویزش بہ صدر تواند بود و بس . نگارش این
 یک دو سطر محض بہ تقریب آگاہانیدن شماست
 والسلام .

(پنج آہنگ : ۱۴۴)

(۹)

دل نواز نامہ پس از عمرے رسید و عمری دیگر
 بخشید ، تا عمر بہ اندوہ سہری شدہ را تلافی تواند کرد .
 اما شاد کردن دلی کہ نہادش بہ غم سرشتہ باشد نہ

آسان است۔ منم کہ چون نامہ شمار سیدی ، مستانہ از
 جامے برجستی و جهان جهان نشاط اندوختی ۔ اینک
 تا چشم بہ سواد آن صحیفہ دوچار گشتہ جهان در نظرم
 تیرہ و تار گشت۔ نخست ، آنچه در نظرم جلوہ کرد ، خاطر
 آشوب خبری بود کہ دل تا جگر خون ساخت یعنی از
 جهان ، رفتن خواہر عزیز۔ از آن گروہ ہم کہ چون از
 دوست جدائی روی دہد ، رسم و راہش از یاد برند و
 معاملات فراموش کنند۔ ایی مخدومہ مرحومہ ہمانست
 کہ تادر کلکتہ خبر ناسازیش رسیدہ بود ، دل شما از دست
 رفتہ و سراسیمگی سراپای خاطر را فروگرفتہ۔ در نظر
 دارم کہ مردنش بردشمنان شما چہ قیامت گزشتہ باشد۔
 توانا ایزد پاک شما را صبر عطا فرماید و تنومندی دل و
 توفیق رضا ارزانی دارد و ایی سانحہ را در روزنامہ عمر
 شما خاتمہ مکارہ و مقطع مصائب گرداند۔ و رسیدم کہ
 جناب مولوی صاحب قبلہ بعارضہ بواسیر رنج ہا
 کشیدہ اند ، اما بفضل ایزدی راحت ازان رحمت یافتہ اند۔
 بیکس نوازیہاے آن قبلہ نیکوان در نظر دارم ، دعا گوے
 حضرت اویم ۔ کورنش من باید رسانید و ایی بیت از جانب
 من عرض باید داشت ۔

گرچہ دورم از بساط قرب، بہت دور نیست
 بندۂ شاہِ شمائیم و ثناخوانِ شما
 آشکار شد کہ مخدوم مرا از علاقہ تازہ
 خوشنودی نیست۔ ہر آئینہ انکشاف این معنی
 صحرا صحرای غبارِ ملال بر خاطر ریخت، خدا را، دل
 تنگ نتوان شد و کلکتہ را غنیمت باید دانست۔
 شہری بدیں پاکیزگی و بہارستانی بدیں خرمی در گیتی
 کجاست! خاک نشینی آن دیار از اورنگِ آرائیِ مرزبوم
 دیگر خوش تر۔ من و خداے من کہ اگر متاہل نبودمی و
 طوقِ ناموس عیال بگردن نہ داشتی، دامنِ برہر چہ
 بہست افشاندمی و خود را بدان بقعہ رساندمی۔
 تازیسمتی، در آن مینو کدہ بودمی و از رنجِ ہواہاے
 ناخوش ہندوستان آسودمی! رہے ہواہاے سرد و
 خوش آب ہاے گوارا! فرخا بادہ ہاے ناب و خرما
 ثمر ہاے پیش رس! چنانچہ غالبِ دہلوی گوید:
 ہمہ گر میوۂ فردوس بہ خوانت باشد
 غالب، آن انبۂ بنگالہ فراموش مبادا
 (پنج آہنگ: ۱۲۶)

عمر من و جان من

پس از رسیدن گرامی نامه، در بند آن بودم کہ پاسخ گزار شوم و ماجرای خود را شرح دهم۔ دی کہ پانزدہم ذی الحجہ روز دوشنبہ بود، خیر رسید کہ مجموعہ مکارم اخلاق را شیرازہ وجود از ہم گسیخت۔ خاک بدہنم، مستر اسٹرلنگ جان بجان آفرین باز داد۔ کاش روئین گداخته در روزنہ گوشم ریختندی و این خبر سامعہ کوب نہ رساندندی! اکنون امید غم خواری از کہ بایدم داشت و دل را بہ خیال گردش چشم کہ تسکین داد؟ رپوٹے کہ جناب مسٹر فرانسس ہاکنس بہادر در مقدمہ ایس کشتنی و سوختنی بہ صدر فرستادہ اند، چہ گویم کہ چہ قدر ہا امید کاه و اندوہ فراے بودہ است! تکیہ بر کار سازی ہاے آن چابک خرام بیدای فنا داشتم۔ گردفتنہ کہ مدعی ناانصاف در رہ گزر مقصود من بر انگیزتہ است، چہ گویم کہ چہ مایہ نظارہ خراش و اندام فرسایہ بودہ است! در پناہ سایہ دست حمایتش آسودہ می زیستم۔ اکنون از ہر دو سو فلک بہ کام دشمن است۔ کو مقدمہ و کدام رپوٹ!

ہاز من خستہ چہ پرسی کہ چہ حال است ترا؟

حالی من، حالِ سگان، این چہ سوال است ترا؟

خدایے را، در پاسخ این نامہ درنگ روا ندارید و

حالیہا مفصل رقم فرمائید کہ آن والا گھر را چہ روئے

داد و آن نونہاں حدیقہ مردمی را کدام تند باد از پایے

افگند، و پس از وی سرانجام دفتر کدہ چہ شد و جایش

کہ گرفت؟ آیا ہماں سیمین، فریزر بہادر بہ سکرتری

کونسل عالیہ ہائے ثبات افشردند یا دیگری را بروئے

کار آوردند؟ دیگر آن چہ ازیں عالم بر شما پدید آمدہ

باشد، کوتہ قلمی مکنید و ہرچہ زودتر بہ نویسید۔

اگرچہ نامی نامہ خبر از ترقی کہ در حال خیر اشتمال

مخدومی جناب مولوی خلیل الدین خاں صاحب پدید

آمد، دادہ و درہائے فردوس بر روئے تمنا کشادہ است،

اما بہ خدا کہ سرو برگ آنم نیست کہ لفظی بہ لفظی بہ

پیوندم و گلدستہ تہنیتی فراہندم۔ والسلام و ہوخیر

الکلام۔

(پنج آہنگ: ۱۲۹)

قبلة من

بارہا بہ خاطر می گزرد کہ مگر مولانا سراج الدین احمد بہ کلکتہ رفتند ورنہ این قدر از من بیگانہ گشتن و در عرض ایس ما یہ مدت بہ نامہ (۱) نیاوردن چہ امکان داشت۔ باز می گویم کہ اگر در واقع چنین است چہ بود کہ مرا آگہی ندادند؟ گاہے بدل می خلد کہ رعایت خاطر احباب فرمودہ اند و از من و حال من قطع نظر نمودہ۔ من و خدا کہ دل دریں معرکہ می ایستند و خاطر این اندیشہ فتوی نمی دہد! متانت طبع و استقامت ضمیر و استواری عہد و صدق دعویٰ شما مرا ازین وسوسہ باز می دارد۔ بالجملہ حیرت زدہ اوضاع روزگارستم و گشتہ گردش لیل و نہار۔ عرض داشت موسومہ جناب مستطاب مولانا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب در نورد نامہ موسومہ شما بہ شما فرستادم۔ امید آنم بود کہ جوابی دل نواز تراز نسیم بہار خواہد رسید و طبع را خرمی خواہد بخشید آنہم نہ شد میسر و سودای خام شد۔

۱- لفظ "بہرہ" کے بعد متن میں "یا زہرہ" لکھا گیا ہے۔ اردو ترجمہ میں یہ کیا گیا ہے۔

قطع نظر از کامیابی و ناکامی خویش حیران بیربطی
 اوضاع دهرم و هیچ نمی^(۱) مهمم که قاعده ہا چرا برگشت
 و رسم ہا از چہ واژگون شد۔ از دو ماہ می شنوم کہ مارٹن
 صاحب رسیدنٹ حیدرآباد بہ رسیدنٹی دہلی نامزد شدند
 و در دہلی ہنوز گردے از مقدمش پدید نیست۔ عماید قوم
 حکام نیز خبر ندارند کہ آن صاحب مجهول الحال
 کجا ست، و در آمدنش درنگ چراست۔ دیگر خبر ندارم
 کہ بعد مردن مسٹر استرلنگ ہر دفتر خانہ چہ گزشت۔
 ایس قدر منقح شدہ است کہ ہنوز سیمین فریزر بہادر کار
 سکرتری می کنند و بس۔ خبر است کہ جناب نواب گورنر
 جنرل بہادر در ماہ اکتوبر بہ ہندوستان می آیند۔ سال
 گزشتہ رست خیز عجبے در اشخاصِ عملہ و منتسبان
 دفتر دیدہ ام۔ بلکہ ہمدران ہنگامہ من ہم زورق بطوفان
 بلا افگندہ ام۔ ہنوز خبر مقدم جناب نواب معلی القاب
 باورم نمی آید۔ کاش در زمرہ داد خواہان محسوب
 نبود می، تا فارغ ازین کشاکش زیستمی و خوش و ناخوش
 را یک دست دانستمی۔ چہ کنم کہ دل از عربدہ تنگ

۱۔ رست "بچانی لہم" معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمائی قیاس پر کیا گیا ہے۔

است و دستم زیر سنگ ، از جملہ اخبار وحشت انگیز
 یکے ایس است کہ بعض ثقات می گویند کہ جناب نواب
 گورنر بہادر پریوٹ کونسل قرار دادہ اند و رام موہن رائے
 یکی از اجزائے آن کونسل است . اگر چنین است بر حال
 خودم خون باید گریست . شما نیز ازین پردہ خبری دارید .
 ہمہ تن چشم حیرتم ' خاصہ در مقدمہ خویشتن کہ مبادی
 آن بچہ رنگ استوار بود و حالیا چہ پیش آمد! گرفتم کہ
 نبودن اسٹرلنگ بہادر طرح این نادرستی ریخت . آخر
 مجموع صاحبان کونسل ہماں بودند کہ آغاز کار مرا
 پرواز دہروانی دادہ اند . بدسعایتی کہ حاکم دہلی دربارہ من
 کرد ' چرا حکم سابق را فراموش کردند؟ لِّلّٰہ در قائل :

ناکامی و کامیابی ما سهل است

اما ز ادائے ہرے روش می رنجیم

نادر تر از ہرچہ گمان کردہ شود این ست کہ امرے
 کہ باعث تذلیل و تخریب فلاں بیگ شدہ بود ' یعنی
 رشوت ستانی ' حالیا در عہد کسے کہ من کشتہ اویم ' آن
 قدر ہا رواج دارد و کہ بہ گفت و بیان نہ گنجد . حیرتم است

۱- "پرواز دہروانی" درست معلوم ہوتا ہے۔ اور وزیر ہماںی قیاس پر کیا گیا ہے۔

کہ نواب گورنر بہادر چرا بدیں سو توجہ نمی فرمایند و خلق خدا را از چنگ این ظالم نجات نمی دهند . دیگر داغ گرمی این اتفاقم کہ احباب کلکتہ مثل نواب علی اکبر خان و مولوی ولایت حسن صاحب و رائے رتن سنگھ سیما جناب مرزا احمد بیگ خان از دو ماہ سطرے بنام من ننوشته اند . حالیا چہ کنم و قطع نظر اعانت خبر از کہ جویم و چہ گونه دریابم کہ حال آن ناحیہ چیست ؟ زور من بہ شما می رسد و شما را نہ امروز بلکہ از نخستین روز صاحب دل و روشن روان شناخته ام . برائے خدا و بحق مودتی کہ میانہ من و شماست ' رحم آورید و اجمالاً حالیا آن چہ بر شما مکشوف باشد بر نگارید تا خاطر شکستہ بہ تسکین گراید! والسلام .

(۱۲)

قبلہ دیدہ و دل سلامت

حیرتی داشتم کہ بہ مرگ ناگاہ در گزشتن امیر جوان دولت ' جوان سال برائے چیست و کارپردازان والا کدہ قضا و قدر ازیں سانحہ سترگ کدام نتیجہ منظور دارند : حالیا حالی شد کہ بہ سیلاب فنا دادن

بنائے امیدواری غالب شوریدہ بخت می خواستند و آن صورت نمی بست، الا بہ ظہور این طوفان ہوش رہا۔ توضیح این ابہام آن کہ فرماندہ این خراب آباد کہ مسٹر فرانسس ہاکنس بہادرش نامند، با جاگیر دار فیروز پور عقد موافقت و مرافقت بستہ، خواست کہ مرا بہ کشتن دهند۔ رپوٹ چنانکہ خواست بہ صدر فرستاد۔ می سنجیدم کہ مرجع کار داور فرشتہ خوے حق شناس است۔ بچارہ گری خواہد نشست و اصلاح حال رپوٹ خواہد کرد۔ قضا را، اتفاق چنان افتاد کہ پنج روز بعد از رسید رپوٹ امیدگاہ مرا اجل در رسید و چشم جہاں بینش فرو بستہ شد۔ نہ دانم بر سر رپوٹ چہ آمد۔ یاد خواہد بود کہ فرو ملتزمات روز وداع بداور سپردہ آمدہ بودم و گزشتن آنرا بہ معیت رپوٹ می خواستم۔ آنہم ہم چنان مطمورہ نشین زاویۂ عدم ماند۔ چہ دانم کہ در آنجا بخت بدہا من چہ کرد! این جا صاحب اسٹنٹ رسیدنٹ مرا طلبید و گفت کہ مسٹر فرانسس ہاکنس صاحب بہادر رسیدنٹ دہلی می فرمایند کہ تجویز کردیم و حکم دادیم کہ متعلقان نصر اللہ بیگ خان پنج ہزار روپیہ سالانہ موافق سند گزرانیدہ جاگیر دار

فیروزپور، چنان کہ در ماضی یافتہ آمدہ اند، در مستقبل می یافتہ باشند۔ فرورفتم و از حیرت جنون کردم کہ این بندہ خدا چہ می فرماید۔ این پنج ہزار روپیہ را من خود بہ کونسل نشان دادہ و ازین مقدار ناخوشنودی خود ظاہر ساختہ طالب فیصلہ جدید ہودم ام۔ تجویز کونسل را چہ شد و فرماندہان صدر را چہ پیش آمد؟ دہ ہزار روپیہ مندرجہ تحریر کرنیل مالکم صاحب کہ ہر دہ من و خدا! اکنون از شش جہت در چارہ جونی فراز و عالمی را با خویشتن ناسازی می بینم۔ خواستہ ام کہ عرض داشت بنام نامی نواب گورنر جنرل بہادر بخدمت سیمن فریزر بہادر بہ فرستم، تا ترجمہ آن بہ کونسل بگذرد و صاحبان صدر حال مرادریابند۔ اما درین امر عنایتی از جناب مولوی صاحب و قبلہ باید، تا کارروان گردد۔ چون می ترسم کہ در آن انجمن نیز بی دردی جگر تشنہ خون من است، امید کہ خدمت حضرت مولانا از جانب خود بعرض رسانید کہ اسد اللہ واجب الرحم است و استعداد غلامی و خدمت گزاری دارد۔ علی الرغم عدوسی در آن باید فرمود کہ عرض داشت وی مترجم بخط انگریزی گردیدہ بہ اجلاس کونسل بگذرد، بلکہ مبادی حال اور

اہارہ بگوش صاحب سکرتر باید دمید ' تا نامرادی را بیاد
آرند و خستہ را بہ شناسند . فقط

(ہنج آہنگ : ۱۴۰)

(۱۳)

قبلہ من '

تا شنودم کہ بہ کلکتہ رسیدید ' خدامے را شکر گفتم
و سپاس ایزدی بجا آوردم . صفای عقیدت خودم را نام
کہ نرسیدن مودت نامہ را بر بیگانگی و فراموشی گمان
نہ کردہ ام و شما را معاف داشتہ ام . گزشتن داد نامہ من
بہ پیش گاہ کونسل و طلب شدن اصل سند گزرانیدہ
جاگیر دار فیروز پور یا دیگر حالات بر ضمیر منیر پرتو
اعلان افگندہ باشد بلکہ رسیدن آن سند و اندازہ تجویز
داد گران نیز پیش از رسیدن این نامہ بہ لمعہ نگاہ
ملا زمان سامی فروغ آگین بودہ باشد . از ادراک انتہاض
نواب گورنر بہادر بتاریخ یازدہم اکتوبر بہ ہندوستان و
خرامیدن پرنسپ صاحب بہ صیغہ سکرتری بہ رکاب
نصرت انقباب حیرتے چند رودادہ است کہ سر انگشت
توجہ ملازمان کشایش این عقدہ ہا پردازد . نخست این کہ

بہ تواتر پرتو ایس خبر بہ نگاہ کافیہ انام نور آگین شد کہ
 دفتر خانہ فارسی با دفتر انگریزی توام گردید و خداوندی
 ایس ہر دو کدہ بہ مسٹر سوئٹین بہادر قرار یافت .
 دریں صورت جناب سیمن فریزر بہادر را چہ پیش آمد و
 وجود با جودش رونق کد امین بارگاہ شد . دیگر ایس کہ یکے
 از صاحبان والا شان می گفت کہ کرنل املاک صاحب از
 جہان رفت . و اے ہر حال مرزا ابوالقاسم خان و آغا محمد
 حسین ! بیش از ہمسہ و اے بہ روزگار من کہ در کلکتہ
 فلاں بیگ بہ آتش افروزی سرگرم و من دریں دیار
 ہے فرماں روا سربہ سنگ میزنم و جان ہذا کامی میدہم !
 کس فغان مرا می نشنود ؟ چہ گویم کہ از بخت خود چہ
 قدر گلہ مند و از ہجوم اندوہ چہ مایہ نژندم ! خلقے سر
 آزار من دارد و عالمے تشنہ خون من است . خدا را ! اگر بہ
 کانپور رسیدہ و بہ عشرت کدہ خویش آرمیدہ اید ! حال
 کلکتہ مفصل بر نگارید ! والسلام

(۱۳)

قبلہ من

رسیدن دل کشا نامہ روان را بہ نوید تازگی

بنواخت و درون را بنور آگاہی ہر افروخت . دانستم کہ
 بیکس نیم و کسے دارم . یارب سلامت باشید و جاوید بہ
 مانید! از جانب ملازمان و بے رونقی کارخانہ ہاگونہ
 ملالی بہ خاطر راہ یافت . ایزد بخشایش گر شما را کہ از
 نیکوان روزگارید، بہ پایہ ہائے بلند رساند و در ہرگونہ
 انقلاب کہ روئے دہد، بہ ترقی تازہ فائز گرداند! امید کہ
 ملازمان خوش و ناخوش دہر را واقعی نہادہ، رونے با
 خلق و دل با خدا دارند. من و خدا کہ ہر گاہ نظر ہر کثرت
 مصارف جناب و حالات زمانہ می افتد، دل ہر اے شما
 می سوزد . خاصہ وقتے کہ ہرج و مرج این سفر کہ شما
 کردہ اید، بہ نظر می سنجم. اما خداے را شکر می کنم کہ
 ہم عنان عافیت بہ آرامیش کدہ رسیدند و رنج راہ بہ
 سر آمد . دیگر حالات مندرجہ عنایت نامہ سر بہ سر
 خاطر نشان شد. درباره خویشم گمان آنست کہ محروم
 نباشم و ہد اد رسم، چہ طالب ظہور حق حقیقی ام و دیگر
 ہیچ. ہر قدر تحقیقات مہرود، ملایم مقصود و موافق
 تمنای من است . بہ خاطر خواہد بود کہ در آغاز کار دفتر
 سرکار را گواہ گرفتہ ام، و حکام صدر چٹھن جناب،
 مالکم صاحب بہادر را بسر رشتہ رسیدنی دہلی

فرستاده اند و مقدار وجہ پرورش مرا حوالہ بر آن تحریر
 داشته اند۔ ہر آئینہ دانستہ میشود کہ چون صاحبان
 صدر سند مرسلۂ مدعی علیہ را نزد مالکم صاحب بہادر
 فرستادہ اند، چٹھی مذکور را نیز بہ معیت آن سند
 فرستادہ باشند۔ و ہر گاہ حال چنین است، مژدہ مرا کہ
 داغم بہ مرہم و دردم بدرمان رسید۔ دریں جا مشہور است
 کہ مالکم صاحب بہادر بہ ولایت رفتند۔ ہمانا ہنوز
 رفتہ باشند۔ آن چہ از جانب قبلہ و کعبہ مرزا احمد بیگ
 صاحب مرقوم بود، آویزہ گوش ہوش گردید۔ جناب
 عالی، حال از من نہ پرسیدن و حکم موافق دعویٰ مرزا
 صاحب دادن مقدمہ از یک جانب تجویز کردن است۔ و
 این معنی منافی قانون محبت است۔ نخست آن عرض
 کنم کہ مرزا صاحب را چہ قدر می خواہم و چہ می فہم
 و پس از آن منشاء شکستہ دلی خویش شرح دہم۔ خداے
 من بہتر می داند و مرا بہ عظمت و جلال او تعالیٰ شانہ
 سوگند است کہ من بے تصنع و بے تکلف مرزا احمد بیگ
 خان را مثل نصر اللہ بیگ خان از آباے خود می شمارم
 و ہرگز پیش میرزا در میانہ خود و حامد علی فرق نمی
 کنم و ہرگز امرے کہ موجب توہم خاطر باشد، از جانب

مرزا صاحب پیرامون خیالم نگردیدہ۔ اس قدر دانستہ ام کہ ہر گاہ من بہ کلکتہ نیستم، در غیبت من فلاں بیگ بہ خلوت و انجمن مطابق مقصود خویش سخنہا گفتہ باشد، و گاینڈہ خواہر خویش یعنی حاجی فلاں را در میانہ احباب بہ بہائے گراں فروختہ باشد و او را در نظر مردم بہ گراں مانیکگی ستودہ باشد۔ و مرزا صاحب حکایت ہائے بے اصل اورا باور داشتہ، اگر ہیچ نہ باشد، اس قدر خود گمان کردہ اند کہ خواجہ حاجی فلاں استحقاقی دارد و اسد اللہ حیف می کند و می خواہد کہ حق بہ پوشد و در اتلاف حقوق کوشد۔ حال آن کہ واللہ باللہ ثم تاللہ چنیں نیست، بلکہ حق این است کہ حال حاجی فلاں و فلاں بیگ سراسر نہ گفتہ ام و مصلحت مرا از گفتن این افسانہ ہا باز داشتہ است، ورنہ حاجی فلاں بہ خاندان نصر اللہ بیگ آن کردہ است کہ یزید بہ آل رسول، تنہا من نمی گویم عالمے گواہ این دعویٰ است۔ از دہلی تا اکبر آباد صد ہزار کس دریں جزو زمان موجود اند کہ می دانند آن چہ کہ من می گویم۔ قصہ مختصر، با این ہمہ گمانہا کہ از جانب فلاں بیگ داشتم، دلم از مرزا صاحب نہ رمیدہ بود۔ اما چون آن

فلاں بیگ رشوتے»، از خواہر زادگان خود براے خویشتن نویسانید و در کونسل غبارِ فتنہ برانگیخت و مرا این معنی دریں دیار از خارج کشوف شد، گفتم چه امکان دارد کہ مرزا صاحب ہدیں معاملات عالم نباشد و باوجود علم چرا آگہم نکردند۔ سخت ناامید وار شدم و گفتم:

عدل ہر جفا نہم کہ بجز صبر چارہ نیست

اکنون کہ دوست جانبِ دشمن گرفته است

لِّلّٰہِ الْحَمْدُ، مرد صادق القولم و دلم با زبان در ہر

گفتار موافق است۔ ہم پایۂ محبت و ولایۂ خود را با میرزا

صاحب آن چہ بودہ است راست عرض کردہ و ہم شکوہ

کہ در ضمیر داشتہم با گمانی کہ بودہی کم و کاست شرح

دادم۔ حالیا اگر بہ کیشِ مہر و وفا بزدہ کار و مجرم باشم

تعزیری و اگر شائستہٴ رحمتی برایم نوید عفو تقصیری۔

حال من سراسر بہ خدمت مرزا صاحب گزارده عرض

می توان کرد کہ واللہ شما را عمّ حقیقی و بزرگ معنوی

خویشتن میدانم، و گلۂ من از دہر رسی نامہ نیست، بلکہ

آشفۃٴ آن خیال و فرورفتہ آن گمانم۔ و بخدا کہ ہر گاہ در

۱- یہ فقرہ غور طلب ہے۔ سیاق و سباق 'سفارش' کے مضمون کا تقاضا ہے۔ اور دوسری ہمسای کے مطابق کیا گیا ہے۔

نفس شکایت نظر خواهند فرمود، یک دلی و صاف
باطنی و پاک طینتی من بیشتر از بیشتر جلوہ گر خواهد
شد۔ زیادہ نیاز

(پنج آہنگ: ۱۴۴)

(۱۵)

سر تا پائے من فدائے سرتا پائے شما باد،
روزہا است کہ دل نواز نامہا نمی رسد و مرا
شکستہ دل دارد۔ ہارے نواب ہمایوں القاب بدیں بقعہ
رسید و مرا از شکستہ فرماندہاں دگر وا رہانید۔ تفصیل
این ماجرا در نامہ موسومہ احمد بیگ خان صاحب کہ در
آن نورد نیز رونے سخن بہ طرف شماست، نگارش رفتہ۔
غالب کہ حالی راے عالی شدہ باشد۔ اما آن چہ نبشتہ
شدہ است، ژاڑ است و آن چہ نبشتہ می شود، رازست۔
آن چہ رقم گشتہ است، اخبار است، و آن چہ رقم می
گردد، استخبار۔ پیداست کہ کار افتاد آسیمہ سر بہ اخبار
نہ شکبید و ہمہ در استخبار آویزد۔ التفات نواب جہانیاں
مآب خبر از توجہ اعیان کونسل می داد۔ ہمانا کہ اگر حق
من بہ کونسل عالیہ ثابت نبودے، جزو اعظم کونسل بہ

سویم از مهر نہ دیدی، و بحال زارم این مایہ نہ پرداختی۔
 خدا را، سعی در آن فرمایند کہ راز ہا دریابند و مرا
 بیا گاہانند۔ آخر ترقیب کاغذ و روانگی آن بہ لشکر از آن
 عالم نیست کہ بر متنقّس پوشیدہ تواند بود۔ شنیدہ
 می شود کہ لشکر بہ جے پور نہ خواہد رفت و یک دست
 بہ اجمیر خواہد شتافت۔ صافترک این کہ گویند گورنر
 ہندی در آن جا می رسد و این دوتا بندہ اختر سپہر
 جہاں داری در آنجا قرآن گردیدہ قوانین مجوزہ جدیدہ را
 بہ امعان نظر خواہند دید و باتفاق ہمدیگر اجراء آن
 بندوبست خواہند فرمود۔

(۱۶)

سلامت باشید و دیر بہ مانید

محسن من اگر بہ ازامے ہر عنایت محمدتی بہ
 تقدیم رسد و فراخور ہر مہربانی سپاسی سرانجام
 دادہ آید، سخن ہیچ گاہ منتقطع نہ نشود و مآرب دیگر را
 گنجایش اظہار نہاند۔ لاجرم این گفت گو را از کام و زبان

۱۔ متن میں "منتقطع نہ شود" ہے بلکہ درست "منتقطع نہ ہوا" ہے۔ اور دوسری جگہ اس پر کیا گیا ہے۔

بدل و جان سپرده ام' و خود را از شما دانسته ام. عمر من و جان من' به عمر خود و جان شما کہ مقصود من ازین ناله فرسائی و عربده آرانی ظهور حق حقیقی است' نہ گرد آوردن زخارف دنیوی. انصاف بالائے طاعت' وثیقہ از جیب قبا ہر نیاورده ام و دست آویزی شامل دادنامہ بہ کونسل نہ گزرانیدہ ام. حالا بر آن سرم کہ اگر حکام چشم از حق بہ پوشند' گدایانہ بدان در رسم و درد دل بدان زمزمہ فرو ریزم کہ مرغان ہوا و ماہیان دریا را ہر خود بگریانم. انموذجی از خبریائے ہرزہ بطریق تقن رقم می گردد کہ نواب علی القاب کو اغذ مقدمہ مرا از سررشتہ رسیدنتی با خود بردہ کو اغذی را کہ در سررشتہ صدر فراہم بودہ است ہم از آن سررشتہ طلب کردہ اند. فرمودہ بودند کہ بعد از رسیدن کو اغذ از کلکتہ و ترتیب مثل حکمی مناسب دادہ نقل آن حکم کہ از سررشتہ خاص بہ داد خواہ فرستادہ خواہد شد و ظہور این ہمہ مراتب بتاریخ دہم دسمبر بودہ است. تا امروز کہ پانزدہم مارچ است' رنگی ازین پردہ نہ دمیدہ است کہ بیرون توان داد و خبری از لشکر نہ رسیدہ است کہ باز توان گفت. یارانی کہ در لشکر اند این قدر ہم نہ کردہ اند کہ خبر

رسیدن کو اغذ و ترتیب مثل دادندی ' چہ جائے آن کہ
 مژدہ قبول و نوید توقع فرستادندی. اخبار پراگندہ این
 مرزبوم آن کہ بارلس بہادر سپہ سالار بہ دہلی رسید و
 بیرون کشمیری دروازه بمیدانی کہ خیمہ گاہ نواب گورنر
 بہادر شدہ بود ' فرود آمد و دہم مارچ روز شنبہ این سہ
 کس بہ ملازمت شاہ دہلی رفتند. بارلس بہادر
 سپہ سالار مدوح و مایم مارٹین بہادر سیڈنٹ دہلی و
 ولیم فریزر بہادر کمشنر دہلی. از آن جملہ سپہ سالار بہ
 عطائے خلعت و ماہی مراتب و نوبت وغیرہ لوازم
 سپہ سالاری مہاسے شد ' و محتشم الدولہ سیف الملوک
 خان عالم خان بہادر سپہ سالار سراڈوارڈ بارلس بہادر
 شجاعت جنگ خطاب یافت. و فردائے آن کہ یک شنبہ
 بود ' بہ میرٹھ رفت. دیگر ولیم مایم مارٹین بہادر خلعت
 شش پارچہ و عطرو پان بہ طریق رخصت یافت و پدرو
 شد. دیروز یکشنبہ وقت شام در ڈاک پالکی نشست و بہ
 اندور خرامید. گویند بہ اجنٹی اندور مامور گشتہ.

دیگر ولیم فریزر بہادر صاحب کمشنر دہلی بہ
 عطائے خلعت ملتخرو بہ خطاب مدبر الدولہ
 انتظام الملک صفوت یار خان ولیم فریزر بہادر

صلاہت جنگ مخاطب شد. گویند رسیدنتی دہلی بہ کمشنری دہلی مفوض گردید. اکنون این دو کار ہم بدیں یک صاحب عالی شان تعلق دارد. عملہ رسیدنتی بدستور است. تخفیف و تفریق تا دم تحریر بہ میان نیامدہ. شہرت دارد کہ تعلق راجہ ہا بہ صاحبی قرار یافت کہ در اجمیر است، آن ہم بہ روشی کہ شنوندگان در آن امر فرو ماندند. یعنی مہاراجہ را متعلق بہ اجمیر نشان می دہند و از باقی ماندگان برخی را بہ دہلی نام می برند و جماعت آنانند کہ مردم در حال شان مترو داند، نہ متعلق بہ دہلی می دانند و بہ بجانب اجمیر می رانند. دیگر خبر است کہ نواب عالی جناب بتاریخ چہار دہم مارچ در متہرا رسیدہ امروز پانزدہم مارچ ہمداران بقعہ آرمیدہ اند، و فردا کہ شانزدہم مارچ است کوچ می کنند و منزل بہ منزل می خرامند، و بتاریخ ہست و چہارم مارچ بہ دہلی می رسند. نہ دانم ازین باز آمدن مقصود چیست گویند دریں وسلہ بہ شاہ دہلی خواہند پیوست و غبار مالال طرفین فروخواہد نشست. دیگر گویند کہ نواب عالی جناب دو سہ روز بہ دہلی قیام خواہند ورزید و بہ داد بے انتظامی ملک خواہند رسید و بناہائے تازہ خواہند

نہاد و حکم ہائے مناسب خواہند داد و قاعدہ ہائے جدید
برائے راجستان قرار خواهد یافت و جاگیرداران عہد
جرنیل لارڈ لیک بہادر بہ شکنجہ محاسبہ کشیدہ
خواہند شد۔ باشد کہ دریں میانہ خون خوابیدہ من نیز
بیدار گردد و کار داد خواہی من بہ ہنجار گردد۔

(۱۷)

نیم جانی کہ دارم فدائے سراپائے شما باد
دو تا نامہ در ڈاک ہنئے ہم فرستادم۔ در نخستین
ورق بنائے تدبیری نہادہ در دومین صحیفہ آن اساس را
استواری دادہ ام۔ چون کارہا بہ شما سپردہ ام و چارہ را از
من تواناتر و کار را از من داناتر اید "ڈاڈچہ خایم و ہرزہ چہ
سرایم ؟ یارب" رائے کہ من زدہ ام و سر رشتہ کہ من
تافتہ ام "خرد روشن و اندیشہ درست شما نیز آن را بہ
خجستگی بہ پذیرد۔ جناب من" امروز آدینہ سیزدہم
اپریل است فرصت نامہ فرسانی و انصراف کاغذ و
روشنائی و مہلت انشا آرائی بہ خود یافتہ ام کہ بہ تحریر
سخن صبحہ پرکن سر قلم را بہ درد می آرم و رونے صفحہ
را سیاہ می کنم۔ مخفی مباد کہ نواب معلی القاب بتاریخ

۲۶ مارچ دریں دیار رسیدہ درونِ شہر بہ کوٹھی رسیدنٹی
 فرود آمدہ اند، و بعد دو روز لشکر و بازار لشکر را رشتہ
 جمعیت از ہم گسستہ، مردم را رخصت انصراف دادہ اند.
 مولوی محسن صاحب دو شبانہ روز غم کدہ راقم را
 آرامشگاہ داشتہ، کاشانہ در خور گنجائے خویش بہ جوارِ
 کوٹھی رسیدنٹی بہ کرایہ گرفتہ اند و در آن جا فرود
 آمدہ اند حال من ایں کہ از اسل دفتر پدید آمد کہ
 پرنسپ صاحب بہادر حسب الحکم حضور کاغذ مقدمہ
 غالب مستہام بریک دیگر اندوخت و شیرازہ جمعیت
 بست. اما ہنوز آن اوراق گلدستہ طاق فراموشی است.

(۱۸)

قبلہ حاجات و کعبہ متمنیات سلامت

والا نامہ رسید و خبرِ فراق دائمی مرزا احمد
 رسانید. سبحان اللہ، چہ مایہ سنگین دل و سخت جانم
 کہ نامہ در تعزیت مرزا احمد انشا می کنم و اجزای وجودم
 از ہم نمی ریزد. می گفتم کہ بہ دہلی می آیم. وعدہ
 فراموش، بے مروت راہ گرداند و ناقہ بسر منزل دیگر راند.
 گرفتم، خاطرِ دوستان عزیز نہ داشت. چرا بہ خورد

سالان خود نہ پرداخت و سایہ از سرشان باز گرفت ؟ و اے
 بے یاری یاران وے ! دریغانی پدری پسران وے ! ہر چند
 از مرگ نتوان نالید و گسستن تار و پود و پردہ ہستی را
 چارہ نتوان کرد ، اما انصاف بالاے طاعت ، ہنوز ہنگام
 مردن مرزا احمد بیگ مغفور نبود۔ چرا این قدر صبر
 نہ کرد کہ بہ کلکتہ رسیدمی و رونے نظارہ فروزش را دگر
 بار دیدمی۔ چرا آن مایہ توقف نورزید کہ حامد علی جوان
 گشتی و کارہا بہ اندازہ دانش وے رواں گشتی ؟ و بھک ،
 ایں چہ ژاڑ است کہ می خایم و ایں چہ داستانست کہ
 می سراییم ! ” اذاجاء اجلہم لایستاخرون ساعة
 و لایستقدمون “ من و ایمان من کہ بے ربطی اوضاع سرکار
 آن مرحوم باوجود ایں ہمہ بعد مسافت پیش نظر دارم و
 می نگرم کہ حامد علی خاں خردسال است و باشد کہ بہ
 حقیقت سرمایہ پدر دانا و بہ فراہم آوردن رقم ہاے
 پراگندہ توانا نباشد۔ و باشد کہ چون آن سرمایہ بہ چنگ
 آرد بہر فرودستان خودستم کند و برادران را ناکام وضائع
 گزارد۔ ہر آئینہ در ایں حال امینی باید ہوش مند و
 حق شناس کہ گرد چارہ بر آید و غم خواری بے پدر ماندگان
 بہ عہدہ خود فراگیرد و بہ ہنجار عدل و امانت در ایں

وادی گام رند و ہیچ کس از احباب متکفل این مجموع مراتب نہ تواند گردید آلا آن کہ بہ میرزای مرحوم از خویشاوندان و یگانگان باشد۔ گمان دارم کہ منشی امیر صاحب از بہر تعہد و تکفل سزاواراند، چہ یا مادر حامد علی خان گونه قرابت سببی دارند۔ چنانچہ بر شما پوشیدہ نیست، میرزای مرحوم دانش مند و کارشناس کسی بودہ است۔ غالب کہ معتمدی را وصی ساختہ و کارہا بہ کف کفایت امینی سپردہ باشد۔ خدا را نظر بے کسی این جماعت در نظر باید داشت و غافل نباید بود واللہ کہ غم خواری باز ماندگان احمد بیگ خان عین فرض و فرض عین است ہم بر شما و ہم بر مرزا ابوالقاسم خان۔ ایزد توانا بوالدہ حامد علی خان را شفا کرامت فرماید و بر سر پسران بے پدر سلامت دارد ابہ حکیم قاسم خان و خواہران مرزا احمد بیگ خان چار و ناچار خبر فرستادہ شد۔ در صورت بیماری کدام رسم عیادت بجائے آورده اند کہ دریں حال مدارج تعزیت بہ تقدیم خواہند رسانند۔ حقاً کہ مہر و آرم در نہاد مردم دہلی نیست نامہ کہ مشعرناسازی مزاج میرزا بہ من فرستادہ بودند، جوابش رقم کردم و خود نزد حکیم صادق علی خان رفتم

و نامہ موسومہ شما سپردم و گفتم کہ چون شما نامہ بہ میرزا بفرستید، این نامہ را ہمدراں نامہ فرو بیچیدہ روان کنید۔ پس از روزے چند عند الاستفسار پدید آمد کہ حکیم صاحب بہ خواہر میرزا حال بیماری میرزا ہم نہ گفتہ اند تا بہ پرسش و عیادت چہ رسد و چون خود نامہ بہ میرزا نہ فرستادہ اند، مکتوب مفوضہ شما را کہ بنام سامی شما بود کہ می پرسد۔ بہ خون تہیدہ و از بیم این کہ شما این روسیاء را کوتہ قلم و بے پروا خواہید نگاشت بر خود لرزیدہ، می خواستم کہ ورقی دیگر چون روے خود سیاہ کنم و جداگانہ بہ شما بفرستم کہ ناگاہ بقاریخ یازدہم شوال روز پنجشنبہ وقت صبح کہ از بستر خواب بدرجستہ ہم چنان روے ناشستہ نشستہ بودم، 'برہد ڈاک' رسید و نامہ شما بہ من داد۔ دلم از ہیبت ورود آن نامہ خود بخود بہ لرزید۔ گویا در ضمیرم افگندند کہ میرزا احمد مرد۔ ترسان ترسان نامہ را کشودم و دیدم آن چہ دانستہ بودم۔ اللہ بس، 'ماسواہوس! بسامے خدمت مرزا ابوالقاسم صاحب سلامی کہ غم دیدہ بہ غم دیدہ رساند بہامے کہ ماتم زدہ بہ ماتم زدہ فرستد،' می توان رسانید و کریم خان صاحب را سلام باید گفت و از جانب من بعد

سلام بسیار باید پرسید. پس از اظهار سوز و گداز خاطر
 که آنهم از آثار بے صبری و مقتضیات بشری است،
 سخن در حال روزگار رانده می شود. بعد از شرح غم مرگ
 افسانہ اندوه زندگی گفته می شود. سبحان اللہ، عمر
 مستعجل و مرگ در کمین و فرصت موهوم و بقا اندک و
 دل پراز ہوس و سر پراز ہوا و ما از اجل غافل ا
 اللہ اللہ اللہ ! محررہ پانزدہم مارچ روز پنجشنبہ .
 (پنج آہنگ : ۱۲۰)

(۱۹)

جان من فدای شما

از شما آن می خواہم کہ حال حامد علی خاں و
 دیگر فرزندان مرزا احمد بیگ مغفور رقم کنید. حامد علی
 خاں نامہ بمن فرستادہ است کہ جز نالہ و فریاد ہیچ گونه
 حال خود و والدہ خود ننکاشتہ. و طرفہ ای کہ مرا بہ
 خاں صاحب مخدوم و مظہر اشفاق یاد آورده و القابہ کہ
 مرزا می نگاشت بہ تحریر در آورده. ہیہات اے "عرفی"
 چہ نشستہ کہ یاران رفتند". بجان عزیزت کہ دنیا بر دلم

سرد و دلم ہر فقیر (۱) و سیاحت گرم گشتہ است۔ بہ کمین
آنم کہ چون این داوری قطع گردد، یک بارہ از بند جہم و
بے سرو پا گرد عالم بر آیم و تازیم تماشائی آثار صنع الہی
باشم۔

چہر لحظہ دل بہ سورے بیابان کشد مرا
آب و ہوائے شہر بمن سازگار نیست
اللہ موجود، ماسوا معدوم!

(۲۰)

ملاذا مطاعاً

روز شانزدہم بود از ماہ منی و وقت ہر افروختن
شمع و چراغ کہ چہر اسنی رسید و نامہٴ اجنٹ بہادر بمن
داد۔ چون بہ میزانِ نظر سنجیدم، گراں ترازان بود کہ آن
را شاہنامہ توان گفت۔ بارے عنوانش از ہم کشودم و دیدم
کہ نامہٴ جناب ولیم بہادر در نورد آنست۔ مضمون نامہ
اجنٹ بہادر این کہ خط صاحب سکرتر بہادر ہمراہی
حضور میرسد، شارح کیفیت انفصال مقدمہ خواہد گردید۔
مضمون خط صاحب سکرتر بہادر این کہ تجویز ہاکنس

۱۔ "دلم ہر سیاحت گرم گشتہ است" درست معلوم ہوتا ہے۔ اندوہ برمای قیاس ہا کیا کیا ہے۔

صاحب منظور: مهر و دستخط کاغذ گزرانیدہ جاگیر دار
 فیروزپور نامصرح و نامکمل: للہ در قائل ۹ع "در
 خاندان کسریٰ ابن عدل و داد باشد" شبی کہ ابن شگرف
 نامہ بمن رسید، بامداد آن سامعہ گزا گردید کہ مولوی
 ظاہر علی بجرم خفیہ نویسی ماخوذ و تا زمان تجویز
 باداش محبوس شدہ اند۔ تا رفتہ رفتہ کار بدان رسید کہ
 اخبار بوقلمون گردید۔ دہلویان حسد پیشہ چون مرا
 مخلص صادق الولای مولوی دانستند، رنگ آن
 ریختند کہ در ہر روزی دو بار سہ بار پراگندہ گوی نزد
 من آید و آن چہ خواہد از پیش خود بتراشد و بیان
 نماید۔ بعد از دو ہفتہ پدید آمد کہ لارڈ صاحب نظر بہ
 ناخوشنودی خویش از خود جدا کردند و معزول ساختند
 و رخصت انصراف بوطن دادند۔ ہم دل از اندوہ خود
 سوختہ و ہم جگر از درد دوست برشتہ۔ والسلام بہ
 منشی نصر اللہ بعد سلام باید گفت کہ انشاء اللہ
 العظیم، اذا جاء نصر اللہ والفتح نقش نگین شما می
 گردد۔

(پنج آہنگ: ۱۴۸)

عمر ہاست کہ ہو رود دل نواز نامہ جانی تازہ
 نیافتہ ام۔ ندانم بکدامین جرم مردود آن نگاہ حق شناس
 شدہ ام۔ لطف و عتاب آنینہ داران التفات اند و بہ مذاق
 ارباب مودت از ہمدگر گوار اتر۔ اما این کہ ملازمان
 نسبت بخویشتن مشاہدہ می گردد، تغافل است و متحمل
 جفاے تغافل نتوان شد الا بادلۃ چوں کویہ و من این عطیہ
 از قسام ازل نیافتہ ام۔ نہ دانستہ اید کہ ہر من دریں روزگار
 آن چہ گزشتہ و خار خشکم با کدامین شعلہ سوزان روکش
 گشتہ است۔ اگر چہ شما از شنیدن فارغ اید، اما من از گفتن
 فراغ ندارم ع" بشنود ورنشود من گفتگوئے می کنم"۔
 دیدہ دیدار طلب در ہوائے دیدن در پزیدن و دل بے تاب از
 تلوائے مہاجرت در تپیدن۔ شوق دیدار را چہ گویم؟ مردم
 دیدہ بہ پای قلم افتد از شوق کہ مرا نقطہ حرف کن و در
 نامہ نویس۔ از روزی کہ آن مہربان رونق افزای آن
 صوب صواب شدہ اند، محروم القسمتان مواصلت را در
 ہاویۃ مفارقت گزاشتہ اند۔ شکر احسانات سامی
 چہ گویم، کہ ہر روز در محفل تصورم قدم رنجہ نمودہ، و

از ندامت خود چه نویسم ' کہ گاہے بہرہ اندوز مجلسِ
خیال گرامی نبودہ :

عشر منندۂ احسانِ توام کز سرِ الطاف
ہر روز قدم رنجہ نمائی بہ خیالم

من عذر زِ تنصیر خود ' امے خواجہ ' چہ گویم '
گاہے بہ خیالت نہ رسم ' وامے بہ حال !
زیادہ شوق است و بس .

(پنج آہنگ : ۱۳۷)

بنام مرزا احمد بیگ خان

(۲۲/۱)

دل بہ درد آمدگان را از نالہ و فریاد منع نہ توان
کرد و ماتمزدگان را از سینہ کوبی باز نتوان داشت . مرا کہ
دل از بے مہری شما بدرد آمدہ است ' از نالہ و فریاد چارہ
نیست ' و چون بدرد تغافل جان دادہ ' در ماتم وفا
نشستہ ام ' سینہ خواہم کوفت ' اگر چہ سنگ خارہ
نیست . منم کہ چون دو ہفتہ گزشتی و کتابتی از جانب
شما و مولوی سراج الدین احمد نہ رسیدے ' جگر بہ دندان

عمر کاغذ غالب کے قادیان کا اردو ترجمہ ۱۳۶

گرفتگی و از خود رفتگی۔ ہماں شمانید و ہماں مولوی
 سراج الدین و ہماں ابن دردمند اند وہ گیں۔ ششماہ است ہر
 حاشیہ مکتوب دگران بسلامے یاد نہ کردہ اید ' تا بہ نامہ
 و پیام چہ رسد۔ نا رسیدن نامہ از جانب من نہ از آن
 دوست (۱) کہ در ترک و داد پیر و شما ہودہ باشم ' ونہ از آن
 دوست کہ من آن قدر در غم و اندوہ فرورفتہ باشم کہ
 یارای نفس کشیدن و حرف زدن نہ داشتہ باشم۔
 سہاس گزار خداے داد گرم کہ بہ این تن لاغر دلم را فریبی
 و تنومندی بخشیدہ است کہ اگر فی ' المثل دو عالم برہم
 خورد ' از حال خویش ہر نگردم ' و بہ این ہمہ در وفاداری
 آن مایہ ثابت قدمم کہ اگر سر برود ' پایم از خط جادہ
 مودت نہ لغزد۔ بارے خدا را بہ گوئید کہ شما را چہ درد
 گزشت و مولوی سراج الدین را چہ پیش آمد۔ مگر دانستہ
 بودند کہ رجوع اسد اللہ با من معلول آنست کہ من از
 اعیان دفتر کونسلم ' یعنی از روزیکہ زینت بخش پیشگاہ
 صدر عدالت شدہ اند ' گاہے نہ شدہ است کہ مرا بیاد آرند
 یا بنامہ بنوازند۔ عجب تر از ہر چہ ہست آن کہ شما را چہ

۱- "خدا را دوست" درست معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

بر آن داشت کہ از ہر شش من رو بگردانید۔ خوب است کہ
 فلاں بیگ زندہ نیست، ورنہ خونہا خورد می، ہم خود از
 شما رنجید می و ہم شما را از خود آزد می۔ اما این معنی
 تنہا برای شما بودے و جناب مولانا سراج الدین احمد را
 درہی داورے ہر گزارہ داشت می۔ قطع نظر از مراتب شکر و
 شکایت انصاف شرط است کہ ہر گاہ ماہ ہا بگذرد و از
 اخبار (۱) اخبارِ شما و نور چشمانِ بے خبر باشم، چہ گونه
 نرنجم و چہ سان گلہ مند نباشم۔ امروز تازہ حالے بہ
 مشاہدۂ اوراقِ جامِ جہان نما روے دادہ کہ صبر بر آن
 بے آبروے نتوانستم کرد۔ غالب کہ شما ہم در آن اوراق
 نگرستہ باشید۔ واللہ باللہ ثم تاللہ، آن چہ از حال من
 مسکین در آن ورق مندرج است، ہمہ کذب و بہتان و
 گزاف است۔ خواجہ رحمت نام ولد الزانی از سادہو بیچہ
 گانِ بریلی کہ مرد ساحرِ فتنہ پرداز است، شمس الدین
 خاں را بہ افسون و افسانہ رام خود ساختہ و آن چنان در
 دلش فرو رفته است کہ شمس الدین خاں را از حلقۂ
 فرمانش راہ برون شد نمادہ است۔ گویندگان را بہ زرو

۱۔ معنی سدا یک اخبار داور معلوم ہوتا ہے۔

افسون فریفتہ ہر خبری کہ می خواهد بہ اطراف
 میفرستد۔ خلاصہ این کہ خطے موسومہ جناب راے سدا
 سکھ صاحب در نورد این نامہ می رسد و ہم چنان عنوان
 کشادہ است، امید کہ نخست آن را خود بہ خوانند، آنگاہ
 بہ راے صاحب بہ سپارند۔ ہر چہ ہست بہ خواندن
 مکتوب موسومہ راے صاحب ورقعہ کہ لفیف اوست،
 سمت وضوح خواهد یافت۔

حضرت اکبر شاہ از روز رحلت فلاں بیگ بہ
 انواع عوارض مبتلا بود۔ ہرے روز کہ چہار شنبہ آخری
 صفر بود، غسل صحت کردہ اند۔ اما ناتوانند و دماغ
 شنیدن ملتمسات نہ دارند۔ مطلبے کہ مکثوں ضمیر
 حضرت مخدومی است، بہ اعتقاد بندہ ممکن الوقوع
 نیست۔ چہ کلید عقل سوہن لال است، و او یکے را از
 برادران خود می خواهد کہ بہ سفارت قرار دہد، و مدعای
 خودش نیز بہ حصول نمی رسد، تا بہ گفتگوے غیر چہ
 رسد۔ امید کہ بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب
 آداب تسلیم رسانند۔ و اگر ممکن باشد و دشوار نبود، دو
 سہ سطر بدستخط خود شان ہر کاغذے نویسانیدہ در نامہ
 خود فرو پیچیدہ روان کنند۔ ہی ہی، چہ می گویم! خود از

کجا دانستم کہ جناب مرزا صاحب بمن نامہ
خواہند نوشت کہ در آن نامہ مکتوب حضرت مولوی
صاحب در نوردیدہ شود۔

(۲۲/۲)

قبلہ من‘

شکوہ پایاں نہ داشت و گلہ کران پزیر نبود۔ رفتم و
بہ روزگار در ساختم۔ تازہ این کہ فرماندہ دہلی مرا طلب
کرد و بزبان گہر فشاں فرمود کہ فرماندہاں صدر قرار
داده اند کہ متعلقان نصر اللہ بیگ خان ہمیں یابند و
ہم چنیں یابند در مستقبل کہ در ماضی یافتہ اند۔ ہر چند
وقوع این امر مکروہ مستوجب ہزارگونہ اندوہ و ملال
است‘ اما بخدا کہ دل آزادہ من بہ ہیچ سومایل نیست‘
واز عدم حصول مقصود نہ رنجیدہ ام لیکن غم اینم
می کشد کہ این چنیں اتفاق در کونسل کم افتادہ باشد کہ
تجویز سابق را بدیں گونه برہم زنند۔ آری فرماندہ دہلی
در آغاز بر من مہربان بود و آخر آخر سعادت (۱) اعدا

۱- سابق و سابق سے۔ یہاں ”سعادت“ درست معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

کارگرافتاد و جانب دشمن گرفت و با من سرگردان
 شد۔ سند گزرائیدہٴ عدو را برا حالی (۲) صدر بہ صحت و
 متانت جلوہ داد و جوابی کہ من دادہ بودم و دو ورقہ چوں
 نامہٴ اعمال ستم گران سیاہ بہ محکمہ رسانیدہ بودم،
 شامل ریوٹ نہ فرستاد و مقدمہٴ من از یک جانب بہ
 کونسل تجویز شد۔ رنجم ضایع گردید و کارم تباہ۔ منت
 خدای را کہ نامرادی و ناکامی بر من آسان است اما برخی
 از خندہ عوام و ملامت خواص آزار میکشم و آنہم
 می گزرد۔

حدر طور گرامروز ز موسیٰ اثری نیست
 فرداست کہ از طور ہم آثار نماند
 امید کہ پارہٴ از رنج ہر خود گوارا کنند و ہر من
 شفقتی چند فرمایند۔ نخست این کہ مکتوب موسومہ
 راے سدا سکہ صاحب را سراسر بہ تامل ہنگرند و بہ
 مکتوب الیہ رسانند و سعی فرمایند کہ قطعہ بہ قالب
 طبع در آید و شہرت گیرد و بہ زبانہا افتد۔ دیگر نامہٴ
 نامزد جناب سفارت پناہی نیز سراپا نگریستہ بہ نظر شان

۲- "ہمائی صدر" درست معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ اسی قیاس پر کیا گیا ہے۔

بگزرانند و در طلب پاسخ چندان ابرام نفرمایند. اگر بدست آید، در مورد عنایت نامه بفرستند. دیگر از آن مخدوم توقع آن دارم که لختی از حال کونسل رقم کنند. گویند که ولیم بھلی صاحب بولایت و متکف صاحب به بنبن میروند و برای دھلی حاکمے دیگر قرار یافته است. ازیس عالم ہرچہ پدید آید، بہ فقیر برنگارند و برای خدا در نگارش جواب نامہ مسابھلت نفرمایند. نیمہ محصول ڈاک ہسرکاران اہی دیار دادہ و نیمہ بر آنجا حوالہ کردہ شد. روزِ روانی این نامہ سہ شنبہ و دوازدم شوال۔

(۲۲/۳)

کعبہ من

فرمان شما بر جان و دلم روانست۔ بہرچہ گویند، ہسرشتاہم و بہ فرق پویم۔ اما از شیوہ ہای مردم دھلی آگہ نیستید۔ چندان کہ جہد در ادراک حالات می کنم، مردم از من میرمند، بلکہ از شما بدگمان می شوند و می پندارند کہ مرزا احمد بیگ خان اسد اللہ را از جانب خود بر آن گماشتہ اند کہ رفتہ رفتہ در مجموع امور دخل و تصرف کند۔ خدا را خود را بدنام و مرار سوا مکنید۔

خردمند را باید کہ اگر فی نفس الامر در پنے امرے باشد ،
 خود را چنان فارغ و لا ابالی و انماید کہ کس از رازش آگاہ
 نہ گردد ، نہ کہ مثل شما صاف دل و فارغ بال گردد . و با
 وصف ہرے طمعے و آزادی خود را در نظر مردم اخاذ و
 طماع قرار دہد . مدعا این کہ ہرے گروہ گمان مصادقت
 نکنید و جملہ را از خود متوخص و از مخلصان خود
 بیمناک انگارید . اگر شما را عزم رسیدن این دیار است ،
 خوش باشید ہر گاہ کہ خواہید آمد ، براے العین
 خواہید دید .

(۲۵/۴)

تنت بنارِ طبیان نیازمند مباد

وجود نازکت آزرده گزند مباد

قبلہ و کعبہ ،

روزے چندازیں پیش قدسی صحیفہ بقوسط حکیم
 صادق علی خان صاحب بمن رسید . ہنوز پاسخ نہ گزارده
 بودم کہ امروز چہارم ستمبر و ندانم چندم ربیع الاول
 است ، نامہ از نزد قبلہ صورت و معنی مولانا سراج الدین
 احمد صاحب رسید و بہ انکشاف حال ناسازی

مزاج مبارك اندوه ناکم ساخت . چون ہمدرد آن دل کش
 رقیمہ طرازِ حرف و رقم داشت کہ حالیا بہ حسن تدبیر
 قبلۂ نیکوای حضرت سید احد علی خان ہارۂ افاقنی و
 امید فراغت دست بہم داد ، واللہ کہ ہم بقدرِ آن افاقست
 مراہم از ہجوم الم فرصتی بودہ است . برای خدا از من زار
 نظر قطع نہ خواہید کرد و زود نوید صحت
 خواہید فرستاد کہ زین سپس در انتظار و رود نامہ روز
 خواہم شمرد . در نامۂ کہ حکیم صادق علی خان بمن
 رسانیدہ اند ، انتطاع علاقۂ ہوگلی و عزم انفکاک سررشتہ
 جہانگیر نگر و مالال از کلکتہ و احرام دارالخلافۃ دہلی
 مرقوم بود . ہر چند ورود ملازمان بہ دہلی سرمایۂ جہان
 جہان طرب است ، اما ملول بودن از کلکتہ چہ غضب
 است واللہ کہ دہلی شایستگیِ آن ندارد کہ آزادۂ دروے
 خاک نشین تواند بود . خاص و عام این بقعہ ہے سبب آزار
 و مرد و زن این تیرہ ہوم مردم خوار . بخاطر دارم کہ چون
 این داورے بہایاں رسد ، یہ بہانہ ازین شہر برآیم و کلکتہ
 را دریابم . حالے کہ دارم از روے عرضۂ موسومۂ
 جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب سمت انکشاف
 تواند یافت .

بخدمت مخدومہ معظمہ گورنش و بہ عزیز
از جانان دعائے طولِ عمر و افزونی دولت۔

(۲۶/۵)

قبلۂ حاجات و کعبۂ متمنیات ' مدظلہ العالی !
جانی کہ از دشمن دریغ نتوان داشت ' اگر بہاے
دوست افشانده شود ' پیدا است کہ چہ مایہ حق محبت
گزارده آید۔ بارے بہر رنگ ہر سر سخن میتوان آمد و
سیاسے کہ بہ اندازۂ جان و دل است ' از کام و زبان
فروریخت۔ فیض ورود قدسی صحیفہ در نظر خویشم
گرامی ساخت۔ دانستم کہ اگر چہ ناکسم آفریده اند ' اما
بیکس نگذاشته و برگزیدگان ازل را بہ غم خواری من
گماشته۔ ہر چند خاطر م جمع بود کہ ہر گاہ مرشد زادہ
والا تبار مرتضوی نہاد ' نقشِ سجدۂ آستانِ قبلۂ و
کعبہ کونین ' حضرت مولوی کرم حسین ' از جبینم
خواہد نگرست ' سرم از خاکِ خواہد برداشت و مرا ضائع
نہ خواہد گذاشت۔ اما انصاف بالاے طاعت ' اگر بہ
استدعا ایں سہارش زحمت اوقات صفات نہ دادمی و
فی المثل صد عہودیت نامہ پی ہم فرستادمی ' بہ پاسخ

ہکے ازاں چشم روشن نہ گشتی و خیالم یک رہ بخاطر
 عاطر نہ گزشتی۔ حال تقرر پنشن پیش ازیں حالی ضمیر
 عقیدت تخمیر شدہ است۔ حیرت این معنی گریبان گیر
 دل و دامن کش خاطر فاتر است کہ ایدون قبلہ و کعبہ مرا
 در کلکتہ اقامت از چہ راہ راست (۱)؛ مانع نوازش اہل وطن
 کیست؛ وجہ التزام دوام اقامت در آن دیار چیست
 باری امید از یگانہ ایزد جہاں آفریں آنست کہ
 ہر جا باشند خلقے را راہ نما و جہانی را پیشوا باشند۔

حبر زمینے کہ نشان کف پاے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

بعد از ورود مہین داوردریں معمورہ آن چہ روے

خواہد داد بطریق عرض حال ہوالا خدمت مخدوم بے کس
 نواز گزارده خواہد شد۔

(۲۷/۶)

قبلہ من

سپاس ایس ہمعہ مہربانی کہ پس از عمرے بیاد

آوردہ اید؛ جز بہ سہری کردن عمرے نتوان گزارد و دانم

۱- "از چند اوست" درست معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری جہاں آفریں پر کیا گیا ہے۔

کہ از عسرم اندکی مانده است ہر آئینہ آن سپاس را کہ از
 گزاردن آن قطع نظر نتوان کرد، از کام و زبان بدر می کشم
 و بہ مغز دل و جان می افکنم تا ناگزارده نماند و بے یار بے
 کام و زبان ادا کردہ شود۔ بے کسان را یاد می آورید و
 روسیاهان را ہنامہ شاد می کنید۔ تائب، بسیار بہ مانند ا
 دریں نامہ کہ حالیا در بند نوشتن جواب اویم، مرقوم ہوں
 کہ فلانی می فرماید کہ بہ خاص از ہر اے اسد اللہ بلک از
 بہر فرزند خواجہ حاجی خان مرحوم سعی در برآمدن کار
 خواہم کرد۔ مرا خندہ در گرفت و حیرت از خودم برد کہ
 قطع نظر از استحقاق و عدم استحقاق او، خواجہ حاجی را
 خواجہ حاجی خان مرحوم بہ کدام تمسک و کدام علاقہ
 توان گفت۔ احمد بخش خان با آن کہ ہر اے خواجہ حاجی
 پدری کرد و او را از نا کسے رسانید، پیوستہ خواجہ حاجی
 بہ نشست و خواجہ حاجی گفت۔ اینک مخاطب بہ
 خطاب خانی کردن ما، ناد مشابہ این نقل است کہ سنئ
 متعصب در انجمن جا داشت۔ ناگاہ یکے از آن مجمع نام
 مبارک مرتضوی گرفت و گفت: "علیہ السلام"۔ آن
 متعصب بہ شورید، امادم نزد و سر کلاوۃ سخن را بجائے
 رسانید کہ ذکر این ملجم بمیان آمد۔ چون نامش برد

گفت: "رضی اللہ عنہ". اہل بزم منعش کردند کہ قاتل علی ابن ابی طالب را رضی اللہ عنہ مگو. آن متعصب روئے درہم کشید و گفت: "و یحک! ہر گاہ علی را کہ قاتل عثمان است، علیہ السلام گویند، اگر من نیز ابن ملجم را کہ کشتنہ مرتضیٰ است، رضی اللہ عنہ گفته باشم ماخوذ نخواہم بود" تم کلامہ. آمدم بہ مدعا طرازی. نامہ موسومہ مرزا عباس خان رسانیدہ شد. از جانب اندرون بہ اندرون بندگی و از دردن و برون یعنی ہم بدل و ہم بہ زبان بفرزندان ارجمند دعاہا رسیدہ باد!

بنام مرزا ابوالقاسم خان

(۲۸/۱)

معروض راے بیضاضیایے آن کہ تفقّد رقم نامہ با ثمریایے خوشگوار رسید. ایزد بخشایشگر باین مسافر نوازی سلامت دارد! دی روز آغا صاحب بہ فقیر خانہ تشریف آورده بودند. حال ناسازی مزاج والدہ خویش می گفتند. آخر روز من ہم بہ امام پاڑہ رفتم و رسم عیادت بجا آوردم. باللہ از اثرہای محبتی کہ بدان مخدوم دارم

چہ شرح دہم، کہ از این معاملہ چہ مایہ پریشان خاطر م۔
 اگرچہ دعاے سمجھو من سبہ کار و تبه روزگار چہ قدر و
 کدام مقدار، اما وفور محبت آسودہ نمی گزارد و زمزمہ
 دعا از لبم می رویاند۔ امید کہ چون سادہ از آلائش
 ریاست، مقبول جہاں آفرین افتد و اثرے باز دہد۔
 صاحب من، دریں ہم چنیں سنگام کہ خود پڑ مردہ و
 جناب خانم صاحبہ دل افسردہ باشند، سعی و ابرام در
 باب رقم معلومہ چہ می بایست۔ آری از آثار شیوہ کرم
 است کہ خود دردمند بودن و ہذا دردمندان رسیدن۔ از
 دست شکستہ جز دعا چہ آید! سلامت باشند و دیر بہ
 مانند۔ زیادہ زیادہ۔

(۲/۲۹)

بہ عرض ریزہ خواران ظرف سماط جود و نوال
 میرساند کہ کُلہ پاچہ رسید و کام جان را بوج تبسم
 شور انگیز خویاں فرو غلتانید۔ ہم دماغ را قوت افزود و ہم
 دست و پا را نیرو داد۔ مغزش بہ لطافت خمیر، مایہ
 افزانش قوائے نفسانی، نی نی غلط کردم، مادہ روغن
 چراغ رندگانی۔ کیفیت روانی شور بایش رافع معدہ آفرین

خوان‘ و شمار لذت غلتانی کفچہ ہایش را
 امعاسبحہ گردان۔ نان تا عیار شوکت شور بایش
 شناخت‘ در نخستین حملہ از بے جگری سپر انداخت و
 زبان تا بہ سپاس لذت روانیش (۱) موج آب حیاتش از
 سرگزشت۔ بہر جلوہ نظر فریب استخوانش ہما مجنون و
 بر حسن برشتہ مغزش خرد مفتون۔ تیزی مذاقِ فلفلس
 چون ادای عتابِ خوبان گلو سوز و صدای شکست
 استخوانش مانند نغمہ چنگ و ریاب سامعہ افروز۔
 می خواستم سخنے دراز کردن و پس از ستانش نعمت
 سپاس منعہ ساز کردن کہ ناگاہ کُلّہ از ناز چشمک زد و
 زبان بر کشود و بسر خود سو گند داد کہ اینک قلم از کف
 بگزار و لطافت مغز قلم دریاب۔ چون خاطرش عزیز و
 قسمتش غلیط بود‘ چارہ جز تسلیم نہ دیدم۔

(۲۰/۲)

قبلة من‘

گرچہ استدعاے قدوم از بزرگان بے ادبی است‘ اما

۱- ”رواغت“ کے بعد ہمارے متن میں ”شناخت“ کے مقابلے کا فقرہ لکھا گیا ہے۔ چنانچہ اردو ترجمہ ”پہرہاغت“ کے
 قیاس پر کیا گیا ہے۔

می بینم که خورشید برخراپه می تابد و مقلب ندارد. ابر
 برخس و خار می بارد و ننگ خود نمی شمارد. بدین پشت
 گرمیها هوس کرده می آید که امروز یک دو ساعت از روز
 باقی مانده به خشت کده راقم نزول اجلال فرمایند و
 مرزا صاحب را با خود آرند. فقط

(۳۱/۴)

مخدوم و مطاع من سلامت!

وی روز تهرکی که فرستاده بودند رسید و در دو
 عالم سرفراز گردانید. صاحب نذر تا زمان ظهور
 خویشتن سلامت دارد و به اعلیٰ مراتب صورت و معنی
 رساند از یاده جز تسلیم چه عرضه دارد.

(۳۲/۵)

مخدوم و ملاذمن!

بنده به خانه نبودم. چون باز آمدم 'خوان نعمت
 آماده یافتم و سپاس منعم آوردم. اللّٰه تعالیٰ باین نوازش
 بسیار سلامت دارد! در امروز فردا اگر روغن بیدانجیر
 مرحمت گردد 'خوش تر از الوان نعمائے گیتی است.
 زیاده نیاز.

قبلۂ جان و دل سلامت !

گرد سرمی گردم و جان بخاک آن کف پامی
 فشارم۔ سبحان اللہ 'جاذبۂ شوق را نازم کہ امروز
 بامدادان سراز خواب برداشته بسیج آن داشتم کہ
 کتابتی در شکوۂ تغافل بملازمان بنویسم۔ هنوز آن
 خطرہ در ضمیر راسخ نہ شدہ بود کہ والانامہ بفریاد
 رسید و مرا از بند اندوہ و اربانید۔ لِّلہ الحمد کہ مزاج
 مبارک بہ صحت مقرون است۔ جہاں آفریں ہموارہ
 مسند نشین بزم عافیت دارد! بوتلِ روغنِ بیدانجیر
 سرمایۂ روشنی چراغِ زندگانی گردید ایزد تعالیٰ باین
 خستہ نوازی و بیکس پروری سلامت دارد! امروز
 بسبب هجومِ ابرو باران بہ استعمالِ این روغنِ مبادرت
 نہ کردم۔ بعد یک دو روز ہر گاہ سر شیشہ خواہم کشود
 بر مضمون " نصف لی و نصف لک " عمل خواہم
 نمود۔ زیادہ جز دعائے دوامِ دولت و اقبال چہ عرضہ
 دارد۔

قبلہ جان و دل سلامت !

بامدادان کہ قطعہ در جواب والانامہ انشا
 کردہ ام (۱) ' آدم حضور گواہست کہ در چہ سراسیمگی بہ
 چہ زودے رقم زدہ ام۔ حاشا کہ جواب قطعہ (۲) جناب را
 نمی ارزید۔ گویا غرض از تحریر آن قطعہ رسید دال و آچار
 بود و دیگر ہیچ۔ امید کہ آن را بہ آب بشویند یا بہ آتش
 بسوزند ' چہ آن را بے اعانت فکر بدستیاری خامہ
 نگاشته ام۔ مبادا ' سقمی' داشته باشد و بدست معاندین
 افتد۔ جناب را بسید الشہد علیہ السلام سوگند کہ آن را
 بیکس (۳) نہ نمایند و از ہم بہ گزرانند۔ قطعہ کہ دریں ورق
 مرقوم است (۴) ' جواب قطعہ مرقومہ آن مخدوم است۔
 ہر کہ خواہد بنگرد ' محابا نیست۔ شب رفتہ من نیز
 مسہلی از روغن بیدانجیر و نمک آب آشامیدہ بودم۔ اما
 طبع را نپذیرفت و رفع قبض نہ شد۔ امروز بہ طور خود
 ترکیبی کہ بر فعلی مسہل شبانہ موید باشد بہ عمل

۱۔ قطعہ غالب بہ قاسم ۲۔ قطعہ قاسم بہ غالب

۳۔ "بکسی نہ نمازد" درست معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ ای کیس پر کیا گیا ہے۔

۴۔ قطعہ غالب بکواب قاسم

آوردہ ہوں۔ بخدا کہ اگر اس گریوہ پا در راہ نہ داشتی،
 قطعہ را خود متاع روی دست اخلاص ساخته بہ
 ملازمت رسیدمی۔ اگر مرگ امان داد، دریں دو سہ روز بہ
 سعادت پایوس رسیدہ خواہد شد۔

(۳۵/۸)

بعزّ التماس میرساند کہ پریشب جاے ملازمان در
 بزم طرب سبز بود۔ چون نیامد نہاوجہی داشت، ناچار بہ
 ہجر ساختہ شد۔ ندانم تفرقہ خاطر کہ از جانب بیمار
 داریہا بود، بہ جمعیت مہدل شد یا ہنوز از آن تشاویش
 اثری باقیست۔ امید کہ نوید عافیتی بفرستند و آرمیدگی
 بخشند۔ قبلہ من، این عرضہ رقم کردہ در بند آن ہوں کہ
 بخدمت بفرستم کہ ناگاہ عنایت نامہ جناب رسید۔
 ہمانا اعجاز فرمودند۔ حقا کہ از نوید عافیت ہا مسرت
 فراوان اندوختم۔ اللہ تعالیٰ شما را خرم و شاد و از ہرغم
 آزاد دارد! و جناب مرزا محمد حسین تغافل فرمودہ اند۔
 مگر از رنجوریہا پریشب بہ کوٹھی نرفتنہ اند۔ اگر فردا
 چٹھنہ نہ رسید، حسب الایمان جناب تقاضا بہ عمل
 خواہد آمد۔ و آداب عطاے انہ مقبول باد۔

معروض میدارد کہ نوازش نامہ مع نان
 خورش ہمارے روان پرور ذائقہ نواز رسید و بہ سپاس
 نعمت تر زبان گردانید۔ منعم حقیقی اجر پرورش غربت
 زدگان ارزانی دارد۔ پارہ از حال من ایں کہ بروز پنجشنبہ
 وقت شب ناگہاں شنیدم کہ بروز دوشنبہ جناب نواب
 گورنر بہادر دربار عام خواہند داد۔ چون من از تازہ
 واردانم بخود فرورفتم و بامداد پگاہ بہ دفتر خانہ رفتم۔ با
 جناب اسٹرلنگ صاحب بہادر صورت ملاقات نہ بست
 ۔ ناچار باز آمدم و شب در بیم و امید بسر بردہ روزِ شنبہ
 باز رفتم۔ از راہ عنایت حکم ملازمت دادند۔ برای خلعت
 عرض کردم۔ فرمودند کہ وقت رخصت شما بخوبی
 خواہد شد۔ چون یک شنبہ رسید 'آخرِ روز از غم کدہ
 برخاستہ بہ مکان مولوی سراج الدین احمد صاحب رفتم
 و شب در آن جا بروز آوردم و روز دوشنبہ ہم از آنجا سوار
 شدہ نخست بدفتر خانہ رفتم و از آنجا بہ بارگاہ گیتی پناہ
 رسیدم۔ ملازمت میسر آمد و عطرو پان مرحمت شد۔
 چون برگردیدم یاران نہ گذاشتند کہ بخانہ باز آییم۔ شب
 ہم در آن جا بسر شد۔

ع - درویش ہر گجا کہ شب آہد سراے اوست
 امروز صبح از آن جا سوار شدہ بخانہ دوستی کہ
 در اثنائے راہ بود رسیدہ بہ کلبہ احزان وقتے رسیدم کہ
 ملازم جناب نوازش نامہ بر سردست انتظار من
 می کشید۔ جواب آن منشور سعادت رقم زدم و پارہ از
 احوال خودم بگزاردم۔ مرا نیز کاغذ مطلوب بود۔ کہار را بہ
 معیت آدم حضور بہ بازار فرستادم 'تا کاغذ برے دہانیدہ
 خود نیز آن چہ بہ آوردن مامور است بیارد۔ می خواستم
 ایس وقت بخدمت رسیدن۔ اما تحریر خطوط ضروری
 مانع آمد۔ اگر مانعی تازہ برنخواست 'نقش آرزویم بر لوح
 مراد خواہد نشست یعنی سرشام بملازمت خواہم رسید۔
 زیادہ نیاز۔

(۳۷/۱۰)

قبلہ بندہ '

ہر گاہ نوازش نامہ می رسد 'مراد مادہ
 بہم رسانیدن القاب و آداب چہ گویم کہ چہ ربودگی ہارو
 میدہد۔ آری ہر گاہ محیط قطرہ را بدیں رنگ ستاید 'از
 قطرہ بجزدست و پاگم کردن چہ آید و جانیکہ آفتاب ذرہ
 را بدیں گونه دل گرمی بہ نوازد 'از ذرہ بغیر ازیں کہ رنگ

تپشی ریزد چه خیزد۔ حق این است کہ حرف حرف خبر
 از جوشِ محبت می دهد۔ در تلافی این چنین عنایات و
 کرم از هیچ کسان جز گرد سرگردیدن و قربان شدن چه
 آید۔ جہاں آفریں باین ترحم و تفقد سلامت دارد! امروز تا
 نیمہ روز چشم بہ خیال بازو روانم با طرب دمساز ماند
 کہ اینک مخدوم از در میرسد و شام غربتم را بامداد پدید
 می آید۔ این وقت سرداشتم کہ کس بفرستم و خبر
 مزاج عالی جویم کہ عنایت نامہ رسید و تسکین بخشید۔
 فردا تا نیمہ اول روز تکلیف نہ خواهند فرمود کہ بندہ
 جائے خواہم رفت و بعد از دوپہر تا شام نقش دیوار غم کدہ
 خویش خواہم بود۔ زیادہ تسلیم است و بس۔ کمتر از بیچ
 ’اسد اللہ‘

(۳۸/۱۱)

مخدوم بندہ پرور سلامت

آہ از محرومی دی روزہ کہ ہم عنان کاروان آرزو
 بدر دولت سرا رسیدم و وا رسیدم کہ ملازمان سوارہ
 بجائے خرامیدہ اند۔ بارے خرسندی دیدن قرۃ العین
 سعادت ’محمد مرزا تلافی رنج دل کرد۔ ایزدش در سایہ
 رافت مخدومی زندہ دارد! نفسے چند بخدمت جناب تہاں

نشسته بہ سورے مہدی باغ رفتم۔ شبانگاہے کہ بہ کلبہ
 احزان رسیدم 'شنیدم کہ آفتاب بر این خرابہ تافتہ بود و
 ذرہ ام روشناس پر توقبولی نہ شد۔ حسرت بہ حسرت
 افزود و اندوہ بر اندوہ رونمود۔ پارہ از خویشتن رفتم و
 لختے گریہ بکار دل کردم۔ ضمیر صفوت تخمیر مخدومی
 دلاساہم داد و این آمد و شد ہم دیگر را از عالم آثار وحدت
 حقیقی و محبت معنوی وانمود۔ برخے تسکین اندوختم و
 بخود آمدم۔ امید کہ محبت در افزائش و کرم سرگرم
 بخشایش باد! فقط۔

(۳۹/۱۲)

بعزّ التماس امیدگاہ بیکسان 'خاں صاحب جلیل
 المناقب عمیم الامتنان میرساند کہ اگر دانستی کہ از
 گزارش بیداد طول زمان فراق 'در زمرہ تقاضائیان مدعا
 طلب شمرده نہ خواہم شد' چہ گریہا نہادید می وازداد
 زہرہ گداز دوری بچہ غوغا نالیدمی۔ اما منت ایزد را کہ
 طبع حق پرست و حق شناس آن امیدگاہ مخلصان
 معیار عیار و داد و نقاد نقود صدق و سداد است 'ہر آنینہ

۱۔ عبارت یہاں اردو کی گفتی ہے۔ ترجمہ ای تیس پر کیا کیا ہے۔

از پردہ بدر می آیم و رمز مہ شوق فارغ از بیم و ہراس
 میسر ایم۔ مجمل این کہ تاب فراق و توانِ صدمات
 اشتیاق باقی نیست۔ بارہا کس فرستادم و دو سہ نوبت
 خود نیز از بیتابی دل بدرد و لت سرا رسیدم۔ از ہر کہ
 پرسیدم 'ہمیں جواب شنیدم کہ ہنوز تشریف نہ آورده اند۔
 خدا را' اگر در آمدن تاملے و توقفے باشد 'بیا گاہانند تا
 مضطرب و سراسیمہ نباشم۔ اگر در دو سہ روز توانند
 آمد' نویدی بخشند تا اندوہ از دل برخیزد۔ نہ پندارند کہ
 غالب در کار خود عجول یا در باب مدعا فضول است۔
 حاشا کہ چنیں نیست! ہل شوق دیدار منشاء این دراز
 نفسیہا است۔ آری این قدر ہست کہ از درماندگیہا چشم
 طمع بر بیکس نوازیہا جناب سامی دوختہ و شمع
 ہوسی در نہانخانہ خیال برافروختہ ام و میدانم کہ بیش
 از من خون گرم چارہ سازیہا منند۔ چہ دانم کہ این قدر
 لنگر اقامت در آن جا فرو انداختن خاصہ از بہر دست
 گیری و بہم سازی من باشد۔ ہر چند این مجموع مراتب
 چنانکہ باید خاطر نشان و دل نشین است 'اما دل از
 بے حوصلگیہا بجوش و لب از ہرزہ نوازیہا بہ خروش
 می آید۔ مامول کہ عذر بے اختیار یہا شوق بہ ہزیرند و

بر خردان خرده نگیرند۔ والسلام والا کرام!

(۴۰/۱۳)

مخدوم صورت و معنی سلامت

ہایان صحبت مشاعرہ بخاطر بود نکتہ چند
تحویل سامعہ جناب ساختن و دل را از اندوہ پرداختن۔ اما
ہلاک شیوہ عزم جوا ننانہ جنابم کہ از حلقہ ہزم بہ آنینے
بدر خرامیدند کہ تودیع بہ عمل نیامد تا بہ تسلیم چہ
رسد۔ ناچار ایدون خامہ نیاز رقم را وکیل گزارش مدعا
ساختہ مکتوبی بنام نامی آغا صاحب رقم زدہ در نور
عرض داشت فرستادہ است۔ مقرر شد کہ سر تا پای آن
نہ گرسٹہ (۱) بہ مکتوب الیہ بہ سپارند۔ می بایست کہ
ہر چہ بہ آغا صاحب نگاشتنہ ام بخدمت آن مخدوم
عرضہ داشتی۔ اما مصلحت اقتضائے این معنی کرد۔
بہر رنگ کار بہ عنایت است و باقی بہانہ ۔

(۴۱/۱۴)

قبلہ من

بخدا کہ ہر دم خیال ناسازی مزاج آقا محمد

۱۔ ظاہر ہے درست "گرسٹہ" ہے۔ اردو ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

حسین دلم را رنجه دارد. خدائے توانا آن گوهرِ قلزمِ مروت
 یعنی آقا صاحب را سلامت دارد و تندرستی بخشد.
 اگرچه بنده را در ہر گلی بند رہ سبب تفرقہ و رمیدن
 ملاحان کلکتہ و از کف رفتن آن سفینہ و جستجوی
 زورقی دیگر پنج روز اتفاق اقامت افتاد و مکتوبی خاص
 از بہر استخبارِ تندرستی آقا صاحب معرفت متصدی
 سرکار نواب صاحب بنام نامی جناب رقم کردہ فرستادم.
 اما چون در آن پنج روز جوابش نہ رسید، دلم شورہ تر
 گشت. خداوند! صحتش بخشیدہ باشی، ہر نفس ورد
 زبان من است. اندازِ غم خواری کہ از ملازمان جناب در
 حقِ خویش دیدہ ام، نہ چندانست کہ اندکی از بسیار آن
 شرح توانم داد. بخدا، بہ پشتِ گرمیِ اخلاقِ شما داغِ فراق
 دہلی بر دلم سرد بود. شکر است و صد ہزار شکر کہ در
 غربت یک گراں مایہ از اربابِ وطن یافتم. اما حیف کہ
 دیگر امید وصال نیست. جناب مرزا صاحب وعدہ دادند
 کہ بہ دہلی خواہم رسید. باشد کہ اتفاق افتد. لیکن دستم
 بدامن شما دگر نہ خواہد رسید. آہ از من روانی بہ روزگار
 من! امروز کہ بہ روز سہ شنبہ است، در مرشد آبادم و
 کشتی میجویم. امید کہ ہمیں یک دو روز بہرہ دریا روان

گردم . اللہ بس ' ماسوا ہوس !

(۳۲/۱۵)

مخدوم من '

توقف در ہوگلی اگرچہ اختیاری نبود ، اما انتظار جواب مکتوبی کہ بتوسط وکیل نواب علی اکبر خان بخدمت فرستادہ بودم ' سرخوش نشہ کیفیت انتظارم داشت . وحقاً کہ از آن نامہ جز استخبار آغا محمد حسین صاحب امری دیگر نبود . چون در آن پنج روزہ درنگ پاسخ نہ رسید و کشتی دست بہم داد ' دل تنگ براہ افتادم . بخدا در ہیچ سر منزل از حال آغا محمد حسین فارغ نبودہ ام و ہنوز آن کشاکش ہمچنانست . نیازنامہ از مرشد آباد در نورد عرضہ موسومہ جناب مرزا احمد بیگ خان دام مجدہ ارسال یافتہ . خوش باشد ' اگر رسیدہ باشد . خدا را ' در جواب این نامہ سطری چند بر پارہ کاغذی رقم کردہ ہماں در نورد مکتوب مخدومی مرزا احمد بیگ خان بفرستند کہ آن صحیفہ در باندہ بمن خواہد رسید و سرمایہ آراہش چن سستمنند خواہد بود . بخدمت آغا صاحب سلام شوق ' اما نہ بدان معنی کہ بہ زبان بگویند ' بلکہ این صفحہ را نشان بہ نمایند ' کہ در

حقیقت ایسے مکشوب نخست ہرے ملازمان جناب
والاست و پس از آن ہم چنان ہرے بتدگان حضرت آغا.
دو قطعہ شکر دین نامہ بہوای سبک باری کاغذ است. و
انصاف بالائے طاعت، مضمون نیز جز عرض مراسم
سلام و دعا گوئی و شیوہ خیر طلبی نیست. حال خاکسار
ایسے کہ امروز از ساحل نشینان معبرِ عظیم آبادم و فردا از
رہ گرایان سر منزل مراد. خدا بمانم رساند و شہم را سحر
گرداند! والسلام.

(۴۴/۱۶)

قبلہ من

نوید صحت یافتن آغا صاحب دلم را تازہ و روانم را
شاد کرد. خدایش زندہ دارد و بمدارج بلند رساند. واللہ
مرا از تہہ دل بہ آغا محبتی است! ہر چند اظہار مہر و
وفا شعار من نیست، اما زبان را چہ کنم کہ جز بحرف حق
نمی جنبد. با ملازمان سامی دعوی مہر و محبت ہی
ادبی است. من و خدای من کہ شما در کلکتہ غم غریبی و
اندوہ ہی کسی از دلم ربودہ بودید. می دانستم کہ کلکتہ
دہلی است و غربت وطن، زندان گلستان است و بیابان
چمن. بزرگ منید و مرتب جان و تنید. بالجملہ روز آدینہ

کہ غرّہ جمادی نخست بود، به باندا رسیدم. و روز شنبه
 از ایس جایگاه روان خواهم شد. گولبرک صاحب رسیدنٹ
 دہلی از عہدہ معزول و فرانسس ہاکنس صاحب
 بفرماندہی دہلی منصوب اند. گویند مردیست
 رحیم القلب سلیم الطبع. اما حیف کہ مایل بسیر و شکار
 افتادہ و بے پروا واقع شدہ، گوش بفریاد مظلومان
 نمی نہد، و داد ستم زدگان زود نمی دہد. ہر چند در مقدمہ
 من حکم صدر محکم است، اما از جناب ملازمان شما و
 آغا صاحب چشم آن دارم کہ نخست دریابند و وارسند کہ
 مسٹر فرانسس ہاکنس بہادر کہ پیش ازین حاکم اول
 صاحبان دائر و سائر بودند و حالیا از بریلی بہ دہلی
 رسید، رسیدنٹی دہلی می کنند، یا جناب کرنیل صاحب
 رابطہ مودتی دارند یا نہ. اگر باہم آشنا نہ باشند خیر، و اگر
 دوستی در میانہ باشد، جناب سامی و آغا صاحب
 بخدمت خانم صاحبہ از جانب من آداب رسانیدہ و
 بیکسی ہائے مرا یا دہانیدہ چنان کنند کہ سپارش نامہ
 بہ کف آید کہ ہم حکم سرکار و ہم تحریر کرنیل صاحب
 باہم آمیختہ ذریعہ حصول التفات و وصول بسر منزل
 نجات گردد. اگرچہ من بہ کلکتہ نیم، اما بودن جناب و

آغا صاحب می باید. و زمان بودن من نیز کار وابسته به مهربانی، ملازمان بود و پس بلکه اگر در عرض این تمنا حاجت بدان افتد که برای کرنیل صاحب نیاز نامه از جانب من باید داد، اجازت است که عرضه از جانب من به القاب و آداب شایسته نبشته به گزرانند. بلکه میدانم حاجت بدین مایه ابرام نه خواهد بود. بخدمت آغا صاحب سلامی بصد شوق و پیامی به هزار آرزو معروض است. اگرچه مرض رفع شد، لیکن جوانی نباید کرد و احتیاط نباید گذاشت. مضمون صدر به ضمیر فرا باید گرفت و بیکسی پیام یاد باید داشت. در آغاز کار کوشش به سزا فرموده اید. حالیا که عقده را هنگام کشایش فراز آمده، توجهی به نمائید. بخدمت خانم صاحبه و قبله بندگی رسیده باد. اگر خدا خواست و باکنس صاحب آشنا می کرنیل صاحب برآمد و چٹھی به کف افتاد، عنایت نامه جداگانه به دہلی به فرستند معنون باین عبارت کہ "به دہلی در کہاری ہاؤلی قریب دیوان خانہ نواب نوازش خان در حویلی نواب عبدالرحمن خان به مطالعہ اسد برسد".

قبلاً من^۱

اگر وثوقِ امید عفو نبودی، دل بہ نگارش نامہ
باوی^۲ نمی دارد۔ گرفتم کہ ملازمان جرم مرا بخشیدند و
خط نسخ بر خطائے من کشیدند، خود را در نظرِ خویشتن
چہ گونه گرامی گردانم؟ ع

اگر گناہ بہ بخشند، شرمساری ہست

ایںکہ در واقعۃً نور چشم محمد مرزا سطر تعزیتی
از رگ کلکم نہ دمیدہ، بیشترم خوار و نژند دارند! اما من
و خدا کہ روزے چند در فکرِ تاریخ و روزہائی دراز بر
پیشانیِ خودم سپری شد و ہنوز نہ تاریخ مردنِ محمد
مرزا سرانجام یافتہ و نہ نقش امیدِ زیستم درست
نشستہ۔ فرماندہ این دیار خان و مان مرا بہ سیلاب فنا
داد و رنج و محنتم ضایع و حق مرا تلف کرد۔ اگرچہ مرہم
این خستگی و مومیائی این شکستگی در داروخانۃ
صاحبان صدر ہست، اما چون منی را باز تا در آن دادگاہ
رسیدن دشوار۔ میشنوم کہ نواب گورنر بہادر بہ ہند

۱- درست: "یاری نمی داد" معلوم ہوتا ہے۔ اردو ترجمہ ای قیاس پر کیا گیا ہے۔

می آیند . به بینم کہ من گرد آن سپاہ ہذیہ می کشم ' یا
 خاک من جولان گاہ آن موکب علیامی شود . حضرت
 سلامت ' از بے تمیزی و ناانصافی این حاکم شکستگی در
 کارم افتادہ است کہ شرح آن بصد ہزار زبان نتوان کرد .
 قطع نظر از کامیابی و ناکامی ' طعنہ خواص و خندہ عوام
 را بہ شور آورده و در خون دلم رستخیز قیامت افگندہ
 است . مقصود از بی نالہ ہائے زار آن است کہ اگر در
 نامہ نگاری درنگی روی دہد ' بہ بے وفائی مقہم نہاشم .
 زیادہ نیاز .

(۲۵/۱۸)

بندہ نوار ۱

عمریست کہ خبر از حال شما ندارم . چہ گویم کہ
 چہ مایہ در خون می تہم و چہ قدر جان می کنم ! مرا خود
 روز سیاہی پیش آمدہ است کہ از فرط آسیمہ سری شب
 از روز و سراز پا نمی شناسم . فرصت بخود پرداختنی کجا
 و سروہرگ سبہ ساختنی کرا ! می دانم کہ از واقعہ محمد
 مرزا ملول و از ناسازی روزگار بخود ، شغولید . خداے شما
 را شاد و از بند غم آزاد دارد ! دریں روزہا از روی اخبار ہدید
 آمدہ است کہ فضائے کلکتہ جولانگاہ ہوائی وبائی است .

سخت پریشان شدہ ام۔ خدانے را ' بہ ہمہ بے دماغی و دل
 تنگی ہر من مہربان باید شدو دو ' سہ سطر از عافیت
 خود باید نگاشت و تندرستی و خورسندی حکیم صاحب
 را ضمیمہ آن باید ساخت و پس از آن کہ این مراتب را در
 تحریر تفصیلی وافی دادہ آید ' از حال ماند و بود خویشتن
 مجملی رقم توان کرد کہ خاطر م بصد رنگ بہ شما
 نگران است۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

(۴۶/۱۹)

قبلہ من '

بحیرتم کہ کدام جرم سترگ از من بوجود آمدہ کہ
 سزاوار این ہمہ عقوبت گردیدم۔ جناب سامی خود گاہی
 بنامہ یادم فرمودہ اند و جواب نیازنامہ ہائے من
 فرستادہ۔ مرزا احمد بیگ خاں را چہ شد کہ سہ ماہ
 گزشت و مکتوبی از آن جانب نظارہ افروز نگشت۔ من بہ
 دہلی بہ روز سیاہی کہ دشمن نیز مہیناد ' در ماندہ و
 مہربانان کلکتہ یک قلم رخ التفات از من گردانندہ۔
 فلاں بیگ کہ لختی ازوے و حال وے بگوش شما

رسانده ام، سپهر را بکام خود دیده، ورقِ آشتی برگردانده
 و نامہ بے وفائی برخوانده است. پیمان یاری شکسته و
 کمر بہ قتل بستہ. ندانم مگر فرمان او بر خاص و عام
 کلکتہ روانست کہ جملہ یاران بہ تبعیت وے برخاستہ
 اند و در عتاب افزودہ و در مہر گاستہ اند. بخدا از
 نرسیدن نامہ مرزا احمد بیگ خان ہرنج اندرم. مہربانی
 را چہ شد و دوستی کجا رفت ؟ ایدون کہ صریح دانستم کہ
 مرزا صاحب بیاس ربط فلاں بیگ طریقہ فرستادن نامہ
 و پیام بامین مسدود کردند، من نیز خود را از
 تحریر مکاتبات بہ کنارہ کشیدہ ام. و بجناب چہ گویم کہ
 از روز نخست رسم و راہ نامہ و پیام سر نکرده اند. ناچار
 بہ مقتضای گمانی کہ بر عنایات شما داشتم، این عرض
 داشت بخدمت فرستادم. اگرچہ می دانم کہ پاسخ
 نخواہد رسید، اما بنورم بر شما نیم گمانی است و
 گنجایش امتحانی. زیادہ زیادہ.

بخدمت آغا صاحب نامہربان آداب خاکسارانہ
 و نیازہای درویشانہ قبول باد، بشرطیکہ در صورت
 پذیرفتن آداب نیاز از ہی روسیہ از جانب فلاں بیگ
 احتمال رنجش نہاشد. والسلام خیر ختام.

(۴۷/۲۰)

ستایش و نیایش و گورنش و تسلیم ' این ہمہ تمہید تقاضائے فرستادن (۱) عبودیت نامہ (غالب) دہلویست۔ اگر فرستادہ اند سپاس بر سپاس ' و گرنہ مکرر التماس۔

بنام ادارہ جام جہاں نما

(۴۸/۱)

چہرہ پردازانِ اوراق جام جہاں نما را از اسد اللہ خان داد خواہ آئینہ عرض ایس مدعا در نظر باد کہ این ننگ آفرینش کہ موسوم بہ اسد اللہ خان و معروف بہ مرزا نوشہ و متخلص بہ غالب برادر زادہ نصر اللہ بیگ خان جاگیردار متوفی سونک سونسا ست حق خود ' کہ عطیہ سرکار انگریزی است ' از جاگیردار فیروز پور می جوید۔ باز پرس مراتب تظلم بموجب حکم صدر والا قدر بہ محکمہ محتشمہ رسیدنتی دہلی در پیش ' واصل مقدمہ بہ پیش گاہ عالم پناہ کونسل عالیہ زیر تجویز

۱- ایسا معلوم ہوتا ہے متن میں "مواعد نامہ" سے نقل لفظ "پانچ" نہ کیا ہے۔ اردو ترجمہ ای کیس پر کیا گیا ہے۔

است۔ اما از آن جا کہ جاگیردار فیروز پور ترنگر است و
 من تھی دست 'گروہا گروہ مردم خاص و عام باوی یک
 دل و یک زبان اند۔ از آن جملہ خبرگویان دربار گاہ
 رسیدنٹی بہ نیت حصول ثوابی کہ در آزار من گمان
 می کنند' حال مقدمہ مرا بعنوانہاے ناسزا مذکور و
 مشہور می کنند و بدارالطبع جام جہاں نما می فرستند و
 آن خبرہائے خلاف واقع بہ قالب طبع در می آید۔ و
 پیدا است کہ با یک شہر ستیزہ نتوان کرد و خلعتی را از
 حال خود آگہ نتوان ساخت۔

چہ کنم با یک آسمان اختر 'چہ کنم با جہاں
 جہاں دشمن 'ناچار از سطوت اعدا بخدائے پناہم ' و از
 اعیان دارالطبع جام جہاں نما آن می خواہم کہ بہت
 بہ نواختن بے کسان گمارند و این چند سطر را در اوراق
 جام جہاں نما بقالب طبع در آرند۔ و آیندہ ہر خبری کہ
 نسبت بدیس گم نام مستہام از دہلی برسد 'از نظر
 اندازند و در جام جہاں نما منطبع نساژند۔ اما این
 استدعا برای دوام است و داعی را در قبول این ملتسم
 خیلے ابرام۔

بنام شیخ ناسخ

(۴۹/۱)

سبحان الله!

متاع مرا باین همه ناروانی خریداری و مرا باین همه
ناکسی غم خواری هست . چه کنم ' تا سپاس عنایت
ناگزارده نماند ! هما ناہم در این سگالش بی خواست
بر زبان برآید کہ " جان فدایش باد ! " غیرت در چشمک
زنی و ہمت در جان گذاری ' چه جانی کہ جوان مردان از
دشمن دریغ نہ دارند ' اگر بیای دوستی فشانده باشم '
پیدا است کہ چه مایہ حق وفا بہ تقدیم رسانده باشم .

قبلہ و قبلہ گاہ غالب دردمند سلامت '

مشکین رقم صحیفہ مشام آرزو را غالیہ سا و
چہرہ آبرو را پردہ کشا آمد . خامہ مخدوم بہ گلبانگ
التفات پردہ چند از پرسش روداد ' سخن را درد و مقام
نشست ہمدمی بحشید . نخست در معرض
استفسار کمیت زر ڈگری و آن گاہ ہزہ نمونہ سفر دکن .
نہفتہ مباد آن چہ کہ در عبودیت نامہ پیشین از این عالم
گفتہ شدہ بود ' سیرابی بیان داشت ' ورنہ مرا کہ با

کشاکش تقاضا خو کرده، مدتی دراز در مخصه قرض بسر برده ام، ازیر، ہنگامہ بردل بندی و گزندی نیست. و خود ایس مایہ زر کہ از من بدارالقضا خواستہ می شود، بدان نمی ارزد کہ خاطریم را پراگندگی دہد، چہ از پنج ہزار افزون تر نیست. بہائے زیور و پیرایہ شبستان بدیں و ما تواند کرد. آن چہ کہ مرا می باید داد، از چہل ہزار افزون تر و از پنجہزار کمتر است. حاشا کہ بدیں وجہ آرزوی اجرا گرد دل گردد، یا خود مناسب حالہ بودہ باشد! مگر ایس قدر از دست بہم دہد، تا نشینم و مشیت مشیت بر مدعیان افشانم و خود را ازین بلا کہ دنیاش نامند، ہر کران کشیدہ قلندر گردم و گیتی را سراسر گردم. ایس کہ لختی از عمر تلف نمودم و مدح شاہ اودہ سرودم، آرائش بساط ایس تمنا بود و دریوزہ دست گاہ ایس ہوس. چون کار ساختہ نہ شد و زمزمہ من بدلہای سخت شاہان فرود نیامد، روی گرداندم و برخود دریغ خوردم. اکنون من کجا و سفر دکن کجا! سی سال در رنگ و بودمی و نی بسر رفت. اکنون دل را بدینہا گرایشی نماندہ و داعیہ رہائی، از بند تن پدید آمدہ. ہمہ آن می خواہم کہ یک بارہ مرزبوم ایران را بہ پیامیم و

آتش کدہ ہے شیراز را بنگرم۔ و اگر پائے عمر بہ سنگ
 نیاید، فرجام کار بہ نجف اشرف برسم و مزار آن را کہ از
 کیش آبایم بدر آورد و بے خود بخود کشید، 'بنگرم'
 مستانہ جان دہم و سربہ بالین فناںہم۔

غالب، 'روشِ مردم آزاد جداست
 رفتارِ اسیرانِ رہ و زاد جداست
 ما ترکِ مراد را ارم می دانیم
 و ان باغچہ حبطنی شد اد جداست

انصاف بالائے طاعت است۔ عزیمت سفر بے گسستن
 بند و ام امضا پذیر نیست، و چون این بند گسسته و این
 سنگ از راہ برخاستہ شد، حیف باشد کہ جز راہ نجف
 پویم و وائے بر من اگر جزوی جویم۔ چند و لال زمزمہ مارا
 چہ داند و ہنجاہ مارا کہ دریابد۔ پیرے، 'خرفے' ہیچ مدانے،
 کج مچ زبانے، آن کہ در ہارسی قتیل را باو ستادی
 گیرد، غالب را چہ می کند، و آن کہ در اردو نصیر را
 ستاید، ناسخ را چہ می کند! و خود عمرش از ہشتاد
 متجاوز است، تا باو میرسم، او بہ جہنم میرسد۔

مکتوب الیہم کے

سوانحی احوال و کوائف

سراج الدین احمد

مولوی سراج الدین احمد موہان (لکھنؤ) کے باشندہ تھے کاروبار کے سلسلے میں انہوں نے کلکتہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ جن دنوں غالب اپنی بخشش کے مقدمہ کی بیرونی کے سلسلے میں کلکتہ پہنچے تھے مولوی سراج الدین احمد کا قیام وہیں تھا۔

مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر غالب نے اپنے اردو فارسی کلام کا ایک مختصر سا انتخاب کیا اور اس کا نام گل رعنا رکھا۔ مولوی سراج الدین احمد کا کلکتہ کے ہفتہ وار اخبار آئینہ سکندری سے تعلق تھا یا نہیں، وثوق سے کہنا مشکل ہے۔ البتہ یہ یقینی امر ہے کہ وہ حکام میں اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان ہی کی کوششوں سے آئینہ سکندری میں غالب کا کلام چھپتا رہا۔ غالب اس ہفتہ وار کا قاعدہ مطالعہ کرتے تھے۔ اس کے متعلق انہوں نے اپنے ایک خط میں اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے اور اس کے خریدار بنانے کی بھی سعی کی ہے۔

مولوی سراج الدین ۱۸۵۹ء میں لکھنؤ چلے آئے تھے اور احاطہ خانساں مان کے متصل علیہ شیر علی شاہ کے قریب مولوی عبدالکریم کے مکان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ غالب نے اپنے شاگرد فشی شیو نارائن آرام کے ذریعے اپنی تصنیف دھنوکا ایک نسخہ ان کے اسی پتہ پر بھجوا دیا ہے۔

غالب اور مولوی سراج الدین احمد کے تعلقات کی نوعیت کا اندازہ ان خطوط سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے فشی جواہر سنگھ جوہر کے نام لکھے ہیں۔ مولوی سراج الدین احمد نے ایک طویل عرصہ اکبر آباد میں گزارا۔ جن دنوں مولوی

سراج الدین احمد اکبر آبادی میں تھے انھوں نے فشی جواہر سنگھ جوہر کو ان کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ ان کی صحبت میں رہ کر کسی قابل ہو سکیں۔ غالب نے بے تجربہ کے نام ایک خط میں مولوی سراج الدین احمد کی یوں تعریف کی ہے:

باسراج الدین احمد چارہ جز تسلیم نیست
ورنہ غالب نیست آہنگ غزل خوانی مرا

(غالب ص ۱۲۴ ص ۱۱۳ ذکر غالب ۲۰۳-۲۵۱ تاریخ صحافت اول ص ۸۰)

(خطوط غالب ص ۲۷۰)

مرزا احمد بیگ طپاں

مرزا احمد بیگ طپاں مرزا جان طیش کے شاگرد اور دہلی کے باشندے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب تھمکش خاں وائی دشت قبیاق تک پہنچتا ہے۔ عبدالغفور خاں نساخ نے ان کے والد کا نام عطاء اللہ خاں بتایا ہے یہ درست نہیں۔ مولوی عبدالقادر رامپوری نے ڈحا کے سے کلکتہ پہنچ کر طپاں سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے ان کے والد کا نام مرزا ہادی خاں لکھا ہے۔ یہ غلط نہیں ہوگا۔ غالب نے ان کے لیے "مرزا احمد بیگ خاں ابن مرزا ہادی بیگ خاں برادر زن مہین برادر نواب احمد بخش خاں دوم" لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان لوہارو سے ان کی رشتہ داری تھی۔

جب دہلی اہل کمال پر تنگ ہو گئی اور وہاں کے رہنے والوں نے دور دراز کے علاقوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو مرزا احمد بیگ طپاں بھی کلکتہ چلے گئے۔ عبدالغفور نساخ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صدر دیوانی کلکتہ میں عمار کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اس کی تائید غالب کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں وہ اپنے مقدمہ کی بیرونی کے سلسلہ میں کلکتہ آئے تھے "مرزا احمد بیگ

خاں طپاں کا تقرر مختار صدر دیوانی کلکتہ کی حیثیت سے عمل میں آیا تھا۔ غالب کو ان سے اس امر کی بھی شکایت رہی تھی کہ انہوں نے زینت بخش پیش گاہ صدر عدالت ہونے کے بعد ایک مرتبہ بھی ان کو یاد نہیں کیا۔ مرزا احمد بیگ خاں طپاں جب کلکتہ سے آگیا گئے اور دہلی آنے کا ارادہ کیا تو غالب نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ کلکتہ کو قیمت جانیں دہلی میں وہاں کی سی فراغت اور آسودگی ممکن نہیں۔

غالب نے کلکتہ کے قیام کے دوران اعظم الدولہ سرور کے تذکرہ کے لیے مرزا احمد بیگ طپاں کے حالات اور کلام حاصل کیا تھا، اعظم الدولہ سرور نے اسے کسی وجہ سے اپنے تذکرہ میں شامل نہیں کیا۔ جب مصطفیٰ خاں شیفتہ اپنا تذکرہ گلشن بے خار مرتب کرنے لگے تو غالب نے ان کو (اس طرح) تاکید کی۔

”مرزا احمد بیگ طپاں سے میری ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی۔ وہ اردو میں شعر کہتے تھے۔ اور مرزا جان پیش کے شاگرد تھے۔ کلکتہ کے قیام کے دوران جب میں نے ان کو بتایا کہ نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور اردو شاعروں کا تذکرہ مرتب کر رہے تو طپاں نے مجھے اپنا منتخب کلام عنایت کیا تھا تاکہ میں اسے دتی لیتا جاؤں اور سرور کے حوالے کر دوں۔ سرور کے ذہن سے یہ بات نکل گئی اور وہ اوراق ان کے تذکرہ میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ افسوس ہے کہ مجھے خود بھی ان کا کوئی شعر یاد نہیں رہا، آپ زحمت فرما کر ان اوراق کو سرور مرحوم کے فرزندوں سے حاصل کر کے شامل تذکرہ کر لیں۔“

گلشن بے خار میں مرزا احمد بیگ طپاں کا ذکر نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کو اعظم الدولہ سرور کے صاحبزادوں سے مرزا احمد بیگ طپاں کے حالات اور کلام حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ مرزا احمد بیگ خاں

طہاں نے ۱۸۳۳ء میں انتقال کیا۔ سناخ کے بیان کے مطابق ان کی یادگار ایک دیوان بھی تھا۔ مولوی عبدالقادر رام پوری نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

”وہ اچھے شاعر ہیں اپنا سلسلہ نسب تعمتش خاں سے ملاتے ہیں۔ میری ان سے بے تکلفا دوستی ہے۔ وہ ریختہ گوئی میں پرانے شعراء کا نمونہ ہیں۔ ٹکلتہ کے اکثر لوگ اس فن میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ لوگ یار فردوسی نہ سمجھیں ان کا مرتبہ جیسا جانتا ہوں نہیں لگتا۔“

مرزا احمد بیگ طہاں کا نمونہ کلام یہ ہے :

رات کو چرخ سے ٹوٹا نہ ستارہ ہوگا آہ سوزاں کا مری کوئی شرارہ ہوگا
کیوں نہ جھولو گے ہنڈولے میں تم اغیار کے ساتھ
میری قسمت کا جو گردش میں ستارہ ہوگا

پابند نہیں اپنے وہ رہبہ عالی کا پڑ جائے جسے چسکا اس پیار کی گالی کا
طرفین کی الفت سے تکمیل محبت ہو امکان نہیں بچنا اک ہاتھ سے بتالی کا
کون آئینہ رو آج گیا ہے مرے گھر سے پیدا ہے جو حیرت مرے ہر حلقہ دور سے
دریا سے نکلتے نہیں جو مردم آبی پنہاں ہیں مری آہ شرابار کے ڈر سے

تقریر و مدحہ جاناں میں سوسو ہار ہوتا ہے کبھی اقرار ہوتا ہے کبھی انکار ہوتا ہے
(خن شعرا ص ۳۰۲، کلیات نثر غالب ص ۱۳۳، ص ۱۰۹۔ علم و عمل ص ۱۴۴)
حضرقات غالب ص ۷۵، ص ۷۶)

مرزا ابوالقاسم خاں

مرزا ابوالقاسم خاں کا پورا نام معاً خطاب، مصلح الدولہ سید ابوالقاسم خاں تھا۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ عبدالغفور مسآخ کے بیان کے مطابق ان کا سلسلہ نسب امیر تیمور تک پہنچتا ہے۔ جینی ٹرائن کے بقول وہ دہلی کے خاندان بادشاہی سے تعلق رکھتے تھے۔ غالب نے ایک شعر میں ان کو ”درد کی یادگار“ کہا ہے۔ درد کے خاندان سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ شاید انہوں نے درد سے اصلاح لی ہو۔ اس سلسلہ میں بھی وثوق کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ان کے حالات میں تذکرہ نویسوں کے بیانات بہت مختصر اور بڑی حد تک ناقص ہیں۔ ان سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا ہے کہ مرزا ابوالقاسم خاں نے کب اور کیوں دہلی سے ہجرت کی۔

مولوی عبدالقادر رام پوری نے اپنے قیام کلکتہ کے دوران مرزا ابوالقاسم خاں کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا ابوالقاسم خاں نے دہلی سے نکلنے کے بعد کچھ دنوں لکھنؤ میں قیام کیا، پھر تلاش معاش میں کلکتہ پہنچے۔ لیکن وہاں بھی لیاقت کے مطابق معاش کی صورت پیدا نہیں ہو سکی۔ جن دنوں غالب کا قیام کلکتہ میں تھا مرزا ابوالقاسم خاں اور غالب میں موانست پیدا ہو گئی تھی۔ غالب نے ان کے نام جتنے بھی خطوط لکھے ہیں، ان میں بعض گھریلو باتوں کا تذکرہ ہے اور بس۔ ایک مرتبہ غالب نے مرزا ابوالقاسم خاں کو مسہل لینے کا مشورہ دیا۔ مسہل سے مرزا ابوالقاسم خاں کو فائدہ ہوا تو یہ مختصر قطعہ کہہ کر غالب کو بھیجا۔

اے صبحِ زماں تو می دانی بہ جنابت ارادتے کہ مراست
 یو علی کے رسد پہ کٹھنیت کے فلاطوں مثال تو داناست
 می سرزد مگر جگویت بقراط در فلاطون بخوانست زیباست

مسہلی داوی و ہنرمودی پہ عمل آو بے گماں کہ شفاست
زاں عمل دور شد مرض بالکل مگر گویم توئی مسخ بجاست

غالب نے اس قطعہ کے جواب میں فوراً ایک قطعہ کہا اور انہیں ارسال کیا۔
دیوان جہاں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۱۲ء کو کلکتہ میں ایک طرحی مشاعرہ
ہوا تھا جس میں مرزا کاظم علی جو اس میر حیدر بخش حیدری، سید جعفر علی روائ، افتخار الدین
علی خاں شہرت، مرزا ہاشم علی طپاں، مرزا قاسم علی ممتاز، مرزا الخلف علی والا اور دوسرے شعرا
نے اپنی طرحی غزلیں پڑھی تھیں۔ اسی مشاعرے میں مرزا ابوالقاسم خاں نے یہ شعر
سنائے تھے۔

بہر میں اس گل کے گل ہاتھوں پہ کھایا چاہیے
ہاتھ کو گلہ سٹہ رنگیں بنایا چاہیے
دل کہے ہے گمروی کفنی رنگایا چاہیے
بھیس اے قاسم فقیری کا بنایا چاہیے
جی اسی کے دھیان میں اپنا لگایا چاہیے
دل سے اسباب تعلق سب اٹھایا چاہیے
خانقاہ قیس پر اور مرقد فرہاد پر
شمع اور گل عاشقو جا کر چڑھایا چاہیے
آگ بھڑکی ہے جگر میں بے طرح اے چشم تر
دے کے چھپکا انک کا اسکو بھجایا چاہیے
چاہے ہو مگر شفا اس عاشق رنجور کی
خاک تھوڑی مرقد مجنوں سے لایا چاہیے

لگ رہی ہے لوجی (۱۰) قاسم اب کئی دن سے ہمیں

حضرت دہلی کو نکلنے سے جایا چاہیے
 بہادر شاہ ظفر کے روزنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالقاسم خاں نکلنے سے
 دہلی آ کر واقع نگار سلطانی ہو گئے اور ہیضہ کی وبا میں ۱۲ دسمبر ۱۸۳۵ء کو انتقال کیا۔
 (دیوان جہاں میں ۳۳۷ متفرقات ص ۵۰، ص ۱۰، علم و عمل ص ۶۳۳، سخن شعرا
 ص ۳۰۸، بہادر شاہ ظفر کا روزنامہ)۔

جام جہاں نما

مطبوعہ فارسی صحافت کا آغاز ”مراقبہ اخبار“ سے ہوتا ہے جسے راجہ رام موہن
 رائے نے ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء کو جاری کیا تھا۔ یہ اخبار نہ صرف برعظیم پاک و ہند کا پہلا
 اخبار تھا بلکہ ایران کو شامل کر کے پوری فارسی صحافت میں اس اخبار کو اقلیت حاصل
 ہے (ایران میں سب سے پہلا اخبار محمد شاہ قاجار کے عہد حکومت میں ۱۸۳۷ء میں
 صالح شیرازی کی زیر ادارت نکلا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ برعظیم میں فارسی صحافت
 چندہ سال پہلے شروع ہو چکی تھی)۔ فارسی کا دوسرا اخبار ”جام جہاں نما“ کے نام سے
 ہری ہروت نے ۱۶ مئی ۱۸۲۲ء کو جاری کیا۔ اس اخبار کے ابتدائی چھ شمارے اردو میں
 نکلے تھے۔ بعد میں اس کی زبان فارسی کر دی گئی۔ ہری ہروت نے جو نکلنے کے ایک
 ممتاز ہنگامی ہندو صحافی تھے سدا سکھ لال کو اپنے اخبار کا مدیر مقرر کیا تھا۔ اخبار کی ناشر

۱۔ یہ لفظ صحافیوں میں معلوم ہوتا۔

کھلتے ہی کی ایک انگریز تجارتی کوٹھی ولیم ہاپ کس ایجنٹ پرس کمپنی تھی۔ یہ اخبار نکلتے اور اس کے گرد و نواح میں بسنے والی انگریز آبادی کے لیے نکالا گیا تھا جو سرکاری زبان فارسی سیکھنا چاہتی تھی۔ جام جہاں نما کے سرنامے پر کمپنی کی سرکاری مہر بھی پابندی سے چسپا کرتی تھی۔ اور یہ بدعت انگریزی اخبارات نے بہت پہلے شروع کی تھی۔ جام جہاں نما میں مہر کی اشاعت (ایسٹ انڈیا) کمپنی بہادر سے امداد و مراعات کے حصول کے لیے تھی۔ ولیم بینٹک کے دور میں شعبہ فارسی کے سکرٹری مسٹر اسٹرلنگ نے ویسی اخبارات کے بارے میں جو رپورٹ تیار کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کو سرکاری امداد بھی ملتی تھی۔ یہ سرکاری امداد حکومت نے ۱۸۲۸ء میں تخیف اخراجات کے سبب بند کر دی اور ۳ دسمبر ۱۸۴۸ء کو جب اخبار کا اچھا چھاپہ خانہ قائم ہو گیا تو سرکاری مہر کا نشان بھی میثانی سے غائب ہو گیا۔

جام جہاں نما میں عموماً خبریں ہی ہوتی تھیں۔ سیاسی، اقتصادی اور عام دل چسپی کے مضامین کی طباعت کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ کبھی کبھی کسی نئی کتاب کا اشتہار چسپ جاتا۔ کبھی اخبار کے اندرونی صفحے پر کوئی غزل چسپ جاتی۔ اور نگریب کی حکومت کا احوال چھپنا شروع ہوا اور ایک سال تک چھپتا رہا۔ اسی طرح ”الف لیلہ“ کا ترجمہ ۳۰ جنوری ۱۸۳۸ء سے چھپنے لگا مگر معلوم کس وجہ سے ایک ماہ بعد بند ہو گیا۔ عبدالستار صدیقی کے بیان کے مطابق ”جام جہاں نما“ ۱۸ مارچ ۱۸۳۵ء تک نکلتا رہا۔ لیکن اختر شہنشاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۸۸۸ء میں بھی شائع ہو رہا تھا البتہ اس وقت مالک فشی نظام حسین اور مہتمم منصور حسین تھے۔

(اردو صحافت انیسویں صدی میں۔ مصنفہ ڈاکٹر طاہر مسعود ص ۱۰۰)۔

۴۔ شیخ امام بخش ناسخ

شیخ امام بخش ناسخ ۷۲۷ھ میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۸ء میں لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔ ناسخ اپنے دور کے بڑے شاعر تھے اور تخلیقی اثر کے اعتبار سے منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ ناسخ کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ انہوں نے اپنی کوشش اور کاوش سے استاد وقت کا درجہ حاصل کیا تھا۔ ریاض الفصحا میں مصطفیٰ نے انہیں ”علیم الطبع و مہذب الاخلاق“ انسان بتایا ہے۔ ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد لکھنؤ اور بیرون لکھنؤ پھیل ہوئی تھی اور یہ سب شعر انہی کے رنگ میں شعر کہہ کر ناسخ کے رنگ شاعری کو پھیلا رہے تھے۔ اپنے زمانے میں شعر کے تعلق سے ان کی رائے اسی طرح مسلم و مسند مانی جاتی تھی جس طرح ملتی کافوتی مذہبی امور میں حرفِ آخر کا مرتبہ رکھتا ہے۔ سعادت خاں ناصرت نے اسی لیے انہیں ”مفتی مسائل سخوران“ کہا ہے۔ اس دور میں ناسخ کے رنگ شاعری کا یہ اثر تھا کہ ایک زمانے میں خود غالب اور مومن دونوں ناسخ کے رنگ میں شعر کہنے کی کوشش میں مصروف تھے جس کا ذکر غالب نے اپنے ایک خط میں بھی کیا ہے۔ ناسخ شعر و شاعری کے ساتھ اُس دور کی سیاست میں بھی شامل تھے اور اسی وجہ سے انہیں ایک عرصہ تک لکھنؤ چھوڑ کر الہ آباد میں جلا وطنی اختیار کرنا پڑی تھی۔

ناسخ نے اتنی بڑی تعداد میں قطعات تاریخ لکھے ہیں کہ اس دور کی تاریخ کے اہم واقعات ان قطعات کو پڑھ کر روشن ہو جاتے ہیں۔ امام بخش ناسخ نے غزلیں بھی کہیں اور مثنویات و قصائد بھی کہے لیکن ان کی اصل تاریخی حیثیت و اہمیت اُن کی غزلوں سے ہی قائم ہے۔ ان کا کل شعری اثاثہ پانچ اردو مثنویوں، تین اردو اور ایک فارسی دواوین پر مبنی ہے۔

ناسخ نے اپنی شاعری کی بنیاد مضمون بندی پر قائم کی اور شعر سے جذبہ و احساس کو پوری طرح خارج کر دیا اور اس سے وہ رنگ و جوہر میں آیا جو ناسخ سے مخصوص ہے اور جسے غالب نے ”طرز جدید“ کہا ہے اور ناسخ کو اسی رنگ کا نو جد ٹھہرایا ہے۔ اس طرز جدید نے اس دور کی نئی اور پرانی دونوں نسلوں کو متاثر کیا۔ طرز جدید کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مصحفی جیسے اُستاد الاساتذہ نے اپنے ”سادہ گوئی“ کے طرز کو ترک کر کے اپنا ”دیوان ششم“ ناسخ کے رنگ میں مرتب کیا۔ ناسخ نے اپنے اس رنگ خاص کو جذبہ و احساس سے عاری کر کے تلازمات، مناسبات، تمثیل، تخیل پر دازی اور مبالغے کے استعمال سے ایسی مضمون آفرینی کی کہ وہ رنگ لکھو کے تہذیبی مزاج سے ہم آہنگ ہو گیا۔ طرز جدید میں معنی حقیقی نہیں ہوتے بلکہ قیاسی یا فرضی ہوتے ہیں جن میں کبھی صنعت حسن تعلیل اور کبھی مبالغے سے اور کبھی مناسبات لفظی اور تلازمات سے معنی پیدا کیے جاتے ہیں اور یہ معنی احساس و جذبہ سے عاری ہوتے ہیں۔ طرز جدید کی یہی خلاقی ہے اور یہی تلاش مضمون تازہ ہے۔ اسی وجہ سے اس دور کی شاعری سے ”داخلیت“ خارج ہو گئی اور ”خارجیت“ نے اس کی جگہ لے لی۔

ناسخ نے نہ صرف طرز جدید کی بنیاد ڈالی بلکہ اسی کے ساتھ اصلاح زبان کا بیڑا بھی اٹھایا۔ انھوں نے ایک طرف خود اپنے وضع کردہ اصلاح زبان کے اصولوں کی پیروی کی اور ساتھ ہی اپنے شاگردوں کو بھی ان اصولوں پر چلنے کی تلقین کی اور بالآخر یہ تحریک آگے چل کر ناسخ کے شاگردوں مثلاً علی اوسط رشک، رندا اور خواجہ وزیر وغیرہ کے ہاتھوں اپنے عروج کو پہنچی۔

(جناب جمیل جالبی سے انتہائی شکریے کے ساتھ)

فرہنگ

معنی	الفاظ
تیز رفتار سانی اوٹ - دو کو ہاں شتر باختری	۱- تکی
جمع زاد یہ بمعنی خانقاہ - مسافر خانہ	۲- زوایا
گمنامی	۳- شمول
شرم حیا - خجالت - شرمندگی	۴- آزرہم
مٹانا - فنا کرنا	۵- افنا
کوچ - روانگی	۶- نہیست
جمع رایت بمعنی جھنڈا - پرچم - علم	۷- رایات
شاید - یقیناً - گویا	۸- ہمانا
ظاہر سے پچھیر کر دوسرے معنی پہنانا	۹- تاویل
اقترا - سخن آرائی - آراستہ کرنا	۱۰- تسویل
برابری کرنا - مقابلہ	۱۱- معارضہ
بہت پاکیزہ - بہت لطیف	۱۲- اللطف
(۱) دوستی (۲) آرزو - چاہت	۱۳- (۱) کوداد (۲) توداد
صاف - برگزیدہ - خلاصہ	۱۴- صلیوٹ
دوستی - محبت - الفت	۱۵- خلقت
نوحہ - بین - مردے پر مناد سر پیٹ کر رونا	۱۶- مویہ
بڑا - کلاں - بزرگ - عظیم	۱۷- سترگ
(۱) - مغز - کھوپڑی - گودا (۲) - آگ - زہور - بجز	۱۸- (۱) - غ (۲) - غ
بہر حال	۱۹- باقی حال
رطبت خاطر	۲۰- طوع خاطر
منھواری کرنا - ڈھونڈنا - پوچھنا	۲۱- تھو
خلیلان - سوچ - تعلق باطن	۲۲- خارخار
(۱) - نشان - مال - اسباب - سرمایہ (۲) - چوڑائی -	۲۳- (۱) - غرض - (۲) - غرض

معنی	الفاظ
جو صفت خود قائم نہ ہو۔ جمع امراض	۲۳- نمای
پھیلواری	۲۵- حیف و میل
خرد برد۔ بد عنوانی	۲۶- ابرام
اصرار۔ تکرار	۲۷- دراز نفسی
طویل نکاحی۔ جس دی	۲۸- شہیدم
مصدر شہیدان بمعنی سوگند۔ میں نے سوگند کیا	۲۹- مخرقات
جمع مخرغف۔ جھوٹی بات چلی کر دکھائی ہوئی	۳۰- استخفا
شرعی حکم۔ دریافت کرنا	۳۱- اشعار
آگاہ کرنا۔ مشہور کرنا	۳۲- پیری
تمام۔ آخر۔ گزشتہ	۳۳- مکارہ
جمع ٹکرہ بمعنی رنج	۳۴- پیدا
میدان	۳۵- مخ
صاف کیا ہوا	۳۶- یکدست
یکساں۔ پورا	۳۷- سعادت
بد گوئی۔ چٹل خوری	۳۸- حالی شد
معلوم ہوا	۳۹- مظلورہ
تہ خانہ	۴۰- انتہاؤں
کوچ کرنا۔ الٹنا	۴۱- کافرانام
سب لوگ	۴۲- نژدہ
تھکین۔ اوندھا۔ سر پھرا۔ خفا	۴۳- وقع
اقتدار۔ عزت۔ اونچی جگہ	۴۴- سرج مخرج
تھک۔ گڑبڑ۔ ابتری۔ بد نظمی	۴۵- حیف
ظلم۔ انصاف	

الفاظ	معنی
۳۶- (۱) بندہ کار (۲) بندہ	(۱) خطا کار- گناہ کار (۲) گناہ- ذنب- خطا
۳۷- بکدلی	اتفاق- یکا نکست
۳۸- بڑاؤ	بد مزہ- پیچودہ
۳۹- کارافزار	غرضمند
۵۰- آسیدہ سر	پریشان حال
۵۱- استخار	آگاہی حاصل کرنے کی کوشش
۵۲- امعان	گہری نظر ڈالنا
۵۳- ازا	بدلہ- میوض
۵۴- تجبذت	تعریف- جمع محامد
۵۵- مآرب	مطالب- حاجات- مآرب واحد
۵۶- لا تحرم	بالضرور- خواہ مخواہ- لا علاج
۵۷- زخارف	جموئی طبع کاری کی باتیں- زخرف واحد
۵۸- اموزج	نصوت- اندک- قلیل
۵۹- مہائی	ناز کرنے والا- شکر کرنے والا
۶۰- پدرو	رخصت
۶۱- وہلہ	مرحلہ
۶۲- مستہام	سرگشتہ
۶۳- انصراف	لوٹ آنا- پھر آنا
۶۴- قنجاہ	سیدھا راستہ
۶۵- مشکفل	ضامن- کفیل
۶۶- (۱) منتظر (۲) منتظر	(۱) خبر دینے والا (۲) مکہ میں حاجیوں کے پال
	کنٹر دانے کی جگہ
۶۷- انفصال	فیصلہ ہونا- جدا ہونا- طے پانا

معنی	الفاظ
غیر واضح	۶۸- نامصرح
عمدہ- موٹا- مضبوط- اچھا	۶۹- شگرف
بدلہ- میوض	۷۰- پاداش
مقابل	۷۱- روشش
غم- فکر- اضطراب	۷۲- تنکوار
اچھی طرف- اچھی جانب	۷۳- صوب صواب
دو رخ کا ساتواں طبقہ- بے حد گہرا غار	۷۴- ہادیہ
دستر خوان	۷۵- ساط
درشت- تنگین- پتہ مایہ	۷۶- تلایط
جائے پناہ	۷۷- طاز
(۱) اطاعت کیا ہوا (۲) جس سے نفع حاصل ہو۔	۷۸- (۱) نطاح (۲) نطاح
سرمایہ- اس المال	
قصہ- ارادہ	۷۹- بچ
اندروں قلب- آفت جمع اخطار	۸۰- خطرہ
جھپٹنا- بہادری دکھانا	۸۱- مبادرت
ٹپلا- پشت	۸۲- گریوہ
کسی کی کمی محسوس ہونا	۸۳- جائے کسے ہزردون
کھانے- سالن	۸۴- خورش با
عام- سب	۸۵- میم
احسان کرنا- نعمت دینا	۸۶- اختان
کردار و گفتار کی راستی	۸۷- سنداد
امیدوار	۸۸- مزید
شرمندہ	۸۹- شورہ

معنی	الفاظ
رنجیدہ۔ غمگین	۹۰۔ شستہ
پورا۔ کامل	۹۱۔ وافی
پریشان۔ حقیر۔ مدہوش	۹۲۔ آسیدہ
دکھ۔ سزا۔ عذاب	۹۳۔ عقوبت
بتبارح۔ بیرونی۔ ماتحتی۔ زیر دستی	۹۴۔ تبعیت
زاری۔ تعریف۔ دعا۔ آفرین	۹۵۔ نیایش
رضیت۔ میلان۔ خواہش	۹۶۔ گرائش
ارادہ۔ خواہش۔ درخواست	۹۷۔ راعیہ
(۱) شعیب یا ہوا بڑھا۔ فرقت	۹۸۔ (۱)۔ خرف
(۲)۔ شعیب یا پکنا۔ بدحالی کی بدحواسی	(۲)۔ خرف
جیسے بات کرنے کا سلیقہ نہ ہو	۹۹۔ کج گنج
عام طور پر قسم کے لیے واللہ باللہ تو بولا جاتا ہے۔ مزید	۱۰۰۔ باللہ واللہ قسم تا اللہ
زور دینے کے لیے قسم تا اللہ بھی ہے	
خاتمہ بالخیر	۱۰۱۔ خیر ختام
اور وہ سب سے اچھا کلام ہے	۱۰۲۔ و خیر الکلام
اللہ بھلا کرے کہنے والے کا	۱۰۳۔ اللہ روز قائل
جب ان کی اجل آتی ہے تو نایک گھڑی آگے ہوتی ہے	۱۰۴۔ اڑ جاوا اچلم لایستا غرون
نایک گھڑی پیچھے۔	سامعہ ولا یستکد مون
اس کی بات ختم ہوگئی	۱۰۵۔ ختم کلاشہ
خدا اس کی بزرگی کو دوام بخشنے	۱۰۶۔ دام بخندہ
اور سلامتی ہو اس پر جس نے چاہت کی بیرونی کی	۱۰۷۔ والسلام علی من اتبع الهدی
والسلام اور خاتمہ بالخیر	۱۰۸۔ والسلام وخیر ختام

ترجہ طبع زاد تجربے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ ترجمے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف فطری ہو بلکہ جس زبان میں کیا جا رہا ہے اس کے روزمرہ و محاورہ کے معنی مطابق بھی ہو اور آپ اسے اس طرح پڑھ سکیں جیسے مصنف نے اسے ترجمے کی زبان میں لکھا تھا۔

پرتو دہیلہ کو فارسی زبان پر عبور حاصل ہے اور اسے علم و ادب ان کے فطری غالب کے انداز فکر اور طرز احساس کو گرفت میں لانے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کی استعاراتی فارسی غزل کو انھوں نے اس طرح اردو کا جامہ پہنا دیا ہے کہ غالب نے یہ مکتوب اردو ہی میں لکھے تھے۔ یعنی یہ پہلا جیسا کام تھا جسے انھوں نے یہ مدحت اور انجائلی حلیقے سے اہتمام دیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب اسے پرتو دہیلہ کو، اونچا پاتھ اٹھا کر، غلوں دل سے سلام کرتا ہوں۔

پچھلے دس سال میں غالب پر جتنے فطری ذکر کام ہوئے ہیں پتہ کے یہ قراچہ، معیار و مقدار دونوں کے اعتبار سے انساں روشن ہیں۔ فارسی غلوں غالب کے اردو قراچہ سے انھوں نے اس لیے بے پناہ فخر اٹھایا کہ وہ اردو کھول دیا ہے جو گزشتہ پانچ سو سال سے غفلت پڑا تھا۔ اب فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ محسوس پاکستان پرتو دہیلہ کے ان سارے اردو قراچہ کو ”لکھنا سے مکتوبات فارسی“ غالب کے عنوان سے جلد شائع کرے تاکہ زچا بھر میں پھیلے ہوئے عاشقان غالب ان اردو قراچہ سے لطف اندوز و مستفید ہو سکیں اور پاکستان کا نام ساری دنیا میں روشن ہو۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

